

فَا صَدَّعْ بِمَا تَوْمَرُ

# تالیف جماعت موجودہ دینی جماعت حق صریح سے انحراف کی راہوں پر

مرتب

شیخ الحدیث والقوآن حضرت  
مولانا الطاف الرحمن صاحب بنوی

خطیب: جامع مسجد عمر فاروق دانش آباد یونیورسٹی روڈ پشاور

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾

موجودہ تبلیغی جماعت

حق صریح سے انحراف

کی راہوں پر

آج کے تبلیغی حضرات کے اعتناء عن الحق اور انحراف و غلو، دینی حکمت و مسلمات میں تکلیک و تلبیس، بائیان جماعت کے اصول سے بغاوت اور اہل علم و مراکز علم کی تحقیر و استخفاف کے بیان پر مشتمل ایک مختصر مگر ابلاغی نقطہ نظر سے مفید بلکہ ضروری

تحریر:

مولانا الطاف الرحمن صاحب بنوی

ترتیب:

جامع مسجد عمر فاروق دانش آباد یونیورسٹی روڈ پشاور

خطیب:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ رسالہ خالصہ اتحاق حق کی نیت اور جذبے سے لکھا گیا ہے  
لہذا مفت تقسیم و اشاعت یا واجبی قیمت کیساتھ فروخت کیلئے طباعت پر  
کوئی پابندی نہیں

نام کتاب : حق صریح سے انحراف

نام مؤلف : الطاف الرحمن بنوی صاحب

سن طباعت : ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق مارچ ۲۰۱۲

طبع مکانی : رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق اگست ۲۰۱۲

تعداد : 1100

پیش لفظ

برائے طبع ثانی

پہلا ایڈیشن غیر متوقع طور پر بہت جلدی ختم اور نایاب ہو گیا۔ ادھر  
رسالے کی مانگ اور طلب میں غیر معمولی اضافہ ہوتا رہا۔ سوچا روٹا چار یہ دوسرا  
نیا ایڈیشن بعض معمولی اضافوں کیساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے منصف  
مزاج لوگ پہلے ایڈیشن کی طرح اس نئے ایڈیشن کی پذیرائی میں بھی بخل سے  
کام نہیں لینگے۔

اہل علم میں سے جس کسی نے بھی رسالے کو پڑھا اس کو وقت  
کا بہت شدید تقاضا اور اپنے دل کی آواز قرار دے کر تحسین و تہریک  
سے نوازا۔ اہل تبلیغ کے سنجیدہ طبقے کی طرف سے تاہنوز اس پر کوئی  
منفی یا مثبت ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔ ہاں بعض غیر سنجیدہ اور ”مدعی  
ست گواہ چست“ قسم کے لوگوں کی طرف سے موبائل پر بڑے  
جذبہ باقی اور گرم گرم باتیں اور رسالے کا بھرپور جواب لکھنے کی لاف  
زبیاں ضرور موصول ہوئیں۔ خدا کرے ان کی طرف سے کوئی عالم  
فاضل شخصیت ”ایاز قد ر خود شناس“ کے انداز میں ہماری آنکھیں  
کھولنے کیلئے کوئی مفید قدم اٹھائے تو انشاء اللہ دل کی گہرائیوں سے  
خیر مقدم کرنے میں کوئی توقف روا نہیں رکھیں گے۔

### بیش لفظ برائے طبع اول

آج سے کم و بیش بیس سال پہلے جبکہ میں چکوال کے ایک دینی مدرسہ میں استاد کی حیثیت سے فنونِ واحدیت کی کتابیں پڑھاتا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے صدر مفتی مولانا سیف اللہ صاحب کی طرف سے انہیں کا مرتب کردہ ایک رسالہ بہ نام "كشف الغطاء عن تبلیغ النساء" اس فرمائش کے ساتھ موصول ہوا کہ میں اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اس سے متعلقہ اپنے تاثرات کو بصورتِ تقریظ قلم بند کر لوں۔ میں نے مطالعہ کے بعد اس پر تقریظ لکھ لی اور اس میں بالخصوص تبلیغی جماعت کے سر جہتی غلو کا ذکر کیا۔

1۔ اول یہ کہ تبلیغی دوست اُن کے مروجہ طریقہ تبلیغ کے مطابق بسترہ اٹھا کر قریہ قریہ اور مسجد مسجد گھومنے پھرنے کے سوا کسی دوسرے طریقے سے تبلیغ کرنے کے قائل نہیں۔

2۔ دوم یہ کہ تبلیغ کے جوش میں جہاد کی اہمیت کم کرنے بلکہ اس سے نفرت و انکار کی روش پر گامزن ہیں۔

3۔ سوم یہ کہ تبلیغ مردوں سے گزر کر عورتوں میں بھی پہنچ گئی ہے اور تبلیغی جماعت کے زیرِ اہتمام اور سرپرستی میں اب عورتوں کی تبلیغی جماعتیں بھی نکلی شروع ہو گئی ہیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ تبلیغیوں کا یہ رویہ ابتدائے بننے لگا تھا یا پہلے بنا تھا لیکن ہمیں ابھی تک اس کا بہت زیادہ احساس نہیں ہوا تھا۔

غالباً ۲۰۰۰ء میں میں پہلی دفعہ حج پر گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں اپنے بچوں کے لیے گرم کوٹ خریدنے کے لیے ایک دوکان پر گیا دوکاندار اپنی وضع قطع سے ہندوستانی معلوم ہو رہا تھا، یا نہیں کہ کس مناسبت سے اُس نے مجھ سے پوچھا کہ جماعت کے ساتھ بھی کچھ کام کرتے ہو؟ چونکہ اس وقت تک تبلیغیوں کی یہ غالبانہ سرگرمیاں بہت واضح اور حد درجہ تکلیف دہ حد تک پہنچی ہوئی تھیں لہذا میں نے بہت کراخت اور کسی قدر غصیلے انداز سے کہا، ہرگز نہیں۔

دوکاندار میرے اس انداز پر چونکا اور بہت نرم لہجے سے کہا کہ کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ اس جماعت میں سخت غلو پیدا ہو گیا ہے دوکاندار خلاف توقع کھلکھلا کر ہنسنے لگا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے اُس کے دل کی بات کہی ہو اور پھر کہنے لگا کہ آج سے کئی سال پہلے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب یہاں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ فرماتے تھے کہ بہت اچھی جماعت ہے لیکن دعا کریں غلو کا شکار نہ ہو میں نے کہا کہ بس جو اندیشہ تھا وہ ہو کر رہا۔

اس زمانے میں افغانستان میں طالبان کی امارت اسلامیہ قائم تھی پوری اسلامی دنیا میں اہل ایمان کو بڑی خوشی تھی اور وہ طالبان امارت کے

لیے دعائیں اور اس پر فخر کرتے تھے لیکن جماعت کے لوگوں کو نامعلوم کیوں اُن سے چوتھی جس کا اظہار مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے ہوتا رہتا تھا۔ امارت اسلامی کے سقوط پر جہاں اہل ایمان حد سے زیادہ مغموم اور کبیدہ خاطر تھے وہاں تبلیغی دوستوں کو نہ صرف یہ کہ اس پر کچھ زیادہ افسوس نہیں تھا بلکہ اس کو اپنے طریقے کی حقانیت کی دلیل بناتے تھے کہ ہم نہیں کہتے تھے کہ جہاد سے کچھ نہیں بننا دعوت و تبلیغ سے ساری دنیا میں اسلام پھیلے گا اور پھر تو بہت عرصے تک ہر بیان و تقریر میں طنز و تخریض ہے باز نہیں آتے تھے۔ گو میں جو کچھ کہتا ہوں وہ میرے آس پاس کے تبلیغیوں کے رویے کی بنا پر کہتا ہوں لیکن عام طور پر دوسرے علماء سے بھی اسی قسم کی شکایات سنتا تھا اور اب تو بہت سے حساس اور ذمہ دار علماء کی متعدد تحریریں میرے سامنے آئی ہیں اور ان سب نے یہی ردنا رویا ہے کہ یہ مولانا الیاس صاحب کے نام لیوا، کن راہوں پر چل پڑے ہیں اور ان کے اکابر داصغر کیونکر کفر کے ایجنڈے کی تکمیل میں کوشاں ہیں کفر کا ایجنڈا بھی تو بہت عرصے سے یہی ہے کہ اس اُمت میں جہادی جذبے کو مستحکم کیا جائے، قرآن سے اس کو منقطع کیا جائے اور ان کی عورتوں کو جلوت کا راستہ دکھا کر آوارہ کیا جائے اور یہی کام آج کی تبلیغی جماعت بہت بڑے پیمانے پر سرانجام دے رہی ہے بہت عرصے تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ ان میں اکثر جاہل اور اُن پڑھ ہیں یہ سب کچھ غیرا

رازی طور پر ہو رہا ہے لہذا اس کا علاج یہ ہے کہ ان کو اس سلسلے میں سمجھایا جائے لیکن بہت سے علماء نے اس کا تجربہ کر لیا لیکن بے سود۔ میں نے کراچی کے کئی علماء کے بارے میں سنا کہ انہوں نے اُن کی سرگزشتوں کے ان متنی نتائج سے اُن کو بڑی دردمندی اور سلیقے سے آگاہ کیا رائے و بند میں ان کے بزرگوں سے ملے لیکن بزرگوں نے عام طور پر یہ جواب دیا کہ آپ لوگوں کو اس طریقے کی برکات معلوم نہیں تبلیغ میں چل کر دیکھو تو تمہارے اعتراضات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

میرے استاد محترم مولانا حمید اللہ جان صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور سے ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ کا تو رائے و بند میں آنا جانا ہوتا رہتا ہے (واضح رہے کہ مولانا محترم رائے و بند کے مدرسہ کے امتحانات میں بحیثیت ممتحن بارہا تشریف لے گئے ہیں) کبھی آپ نے ان کے اس افراط اور غلو پر ان سے بات نہیں کی۔ فرمایا کہ میں نے کئی بار ان کو متوجہ کیا ہے وہ میرے سامنے تو اپنی غلطیوں کا اقرار اور اس کے ازالے کا وعدہ بھی کر لیتے ہیں لیکن عملاً کچھ نہیں کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ تو میں نے ان کے نکلنے کے باوجود بطور احتجاج اُن کے پاس جانے سے انکار بھی کر دیا۔

ایک موقعہ پر میں نے اپنے ایک مولوی ساتھی (جو تبلیغی بھی تھا) کے سامنے جماعت کی یہ کمزوریاں بیان کیں تو انہوں نے جواب دیا کہ جماعت

اب اس مقام پر پہنچی ہے کہ اس سے مر کرانا اپنے ہی سر کو پھوڑنے کے مترادف ہے۔ ایک لمبے عرصے تک میں تبلیغی دوستوں کے اس مفطرانہ طرز عمل پر بہت سخت کڑتا رہا اور ”نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن“ کی صورتحال سے دوچار رہا لیکن بالآخر اس احساس کے ساتھ اُن کی بھرپور مخالفت پر کمر بستہ ہوا کہ اگر ہم سب اس طرح سے اغماض کا رویہ برتتے رہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین اور تقویٰ کے روپ میں ملت اسلامیہ کے بنیادوں کو ہلانے کا یہ عمل ایسے ہی جاری رہے گا اور بالآخر لاکھوں سادہ لوح مسلمان اصل دین کے خلاف ایک متوازی من گھڑت دین کے پُر جوش پیروکار بنیں گے اور ان سب کا وبال اُن لوگوں کے سر ہوگا جو جانتے بوجھتے اس فتنے کا راستہ روکنے سے اپنے مصالح کی بدولت ہچکچاتے ہیں۔

اس رسالے کے شروع کرتے وقت تبلیغی جماعت کے بارے میں دوسرے اہل علم کی مخالفانہ تحریروں سے بہت کم آگاہ تھا لیکن اس کے اندر آہٹ تک بہت کافی کتابیں نظر سے گزریں۔ اور ان کتابوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو میں نے اس رسالے میں لکھا ہے۔ لہذا میری یہ باتیں کوئی انکشاف کا درجہ نہیں رکھتیں بلکہ دوستوں کے بارے میں وہ مشہور و معروف باتیں ہیں۔ جس کو اب ہر عام و خاص جانتا اور سمجھتا ہے۔ اس رسالے میں زیادہ حوالوں کا

۱: یہ رسالہ میں نے قارئین اوقات میں مقبول مقبول کے ساتھ کم بیش دو مہینوں میں پورا کیا ہے۔

بھی اہتمام نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس کی تمام باتیں سب لوگوں کو عام طور پر معلوم ہیں لہذا کسی استناد کی محتاج ہرگز نہیں ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے تک تو صورتحال یہ تھی کہ کسی نے تبلیغی جماعت کے بارے میں کوئی مخالفانہ بات لکھی تو بہت سے تبلیغی دوست تیر و تشنگ سے مقابلے کے لیے میدان میں اُترتے لیکن شاید اب اس سے کام نہ چلے جماعت کے اکابر اور اصغر دونوں گروپ خوب سوچ لے کر اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ کفر کے ایجنڈے کو تقویت دینے کی روش یکسر ختم کی جائے دینی مسلمات کو مشتبہ بنانے کی سرگرمیاں روک لی جائیں اور اہل علم کے تحفظات کو باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے ختم کرنے کی سبیل نکالی جائے ورنہ پھر اہل علم کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس طیب الاصل اور خبیث الفرج درخت کی نہ صرف مزید آبیاری سے ہاتھ کھینچ لیں بلکہ اس کی فساد زدہ شاخوں کو تاک تاک کر فوری طور پر کاٹنے سے دریغ ہرگز نہ کریں ورنہ پھر اپنے فرض میں کوتاہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزا کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆

## تبلیغی جماعت کے ساتھ اولین تعارف

ماہ و سال کا تعین تو مشکل ہے لیکن کچھ قرائن سے اندازہ ہے کہ میں ہائی سکول کے کسی جماعت میں پڑھتا تھا اور غالباً ۱۹۶۰ء کے کچھ آگے پیچھے کا زمانہ تھا قبلہ والد صاحب مدرسہ معراج العلوم بنوں میں پڑھایا کرتے تھے اور صبح نماز فجر کے بعد چائے پی کر (اس زمانے میں ہمارے ہاں دیہاتوں میں آج کے مروجہ ناشتے کا کوئی تصور نہ تھا) کسی ٹانگے وغیرہ کے ذریعے کم و بیش پانچ میل کی مسافت طے کر کے بنوں شہر کے جنوب مشرق میں واقع ہندوؤں کے ایک متروکہ مندر میں بنے ہوئے دینی ادارے مدرسہ معراج العلوم روزانہ آیا جایا کرتے تھے وہ عام طور پر موسم گرما میں اوقات درس کے ختم ہونے پر بارہ بجے کے قریب اور موسم سرما میں قبل العصر واپس تشریف لے آتے تھے۔ ایک دن بعد العصر دو بزرگ بنوں شہر سے تشریف لے آئے جن میں سے ایک کا چہرہ مہرہ دوسرے کی نسبت سے زیادہ نورانی اور پُر وجاہت معلوم ہوتا تھا غالباً میرے استفسار پر والد صاحب مرحوم نے بتایا کہ ان میں سے ایک بنوں تبلیغی جماعت کے امیر حاجی نائب خان صاحب ہیں اور دوسرے بزرگ کراچی سے تشریف لائے ہیں اور وہ بھی وہاں کے تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں اگرچہ آج کل تو تبلیغی جماعت میں، جماعت سے باہر کے علماء کے ساتھ ملنے جلنے کی رسم بہت حد تک متروک ہے لیکن اس

ابتدائی ملاقات و تعارف کے بعد والے تجربات سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اس زمانے میں جماعت کے اندر بہت زیادہ مستحکم تھی۔

بہر حال رات دیر تک والد صاحب اور ان کے درمیان باتیں ہوتی رہیں لیکن میں ایسے موقعوں پر اکثر و بیشتر مہمانوں کی مہمان نوازی کے کاموں میں مشغول ہوتا تھا اس لیے اس مجلس کے خاص باتوں کا علم نہ ہوسکا لیکن فی الجملہ اس پُر غلوں آمد، اہل علم سے عقیدت و محبت اور دینی درد کے حوالے سے ان سے میل جول کی سرگرمیوں سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کتنے عرصے کے بعد ایک دن قبلہ والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہمارے قریب میں واقع ایک گاؤں کی مسجد میں ایک جماعت آئی ہوئی ہے آج رات ان کے پاس کھانا لے جانا ہے۔ چنانچہ میں اور میرے ایک چچا زاد بھائی والد صاحب کے ہمراہ کھانا لے کر وہاں پہنچے لیکن جماعت سے ملاقات، ان کے پاس کتنا وقت گزارا، اور کیا کیا باتیں ہوئیں کچھ بھی یاد نہیں۔

## بنوں تبلیغی مرکز کے ساتھ رابطہ

اور

## امیر صاحب کے ساتھ ملاقات

۱۹۶۲ء میں اسلامیہ ہائی سکول نمبر ۲ بنوں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر والد صاحب مرحوم کے حکم اور انتظام کے تحت علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے سفر پر نکلا اور پہلی دفعہ شمالی وزیرستان کے ایک دینی مدرسے، مدرسہ

حسینیہ نورک میں داخلہ لیا یہ مدرسہ اسی سال قائم ہوا تھا اور جانی خیل وزیر کے موضع ہندی خیل کے ایک لائق مدرس مولانا محمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی اس میں بحیثیت استاد تقرری ہوئی۔ مولانا مرحوم تین چار مہینے سے ہمارے ہاں قیام پذیر تھے اور ہمارے جد محترم کے تعمیر کردہ مسجد اور اسی کے ساتھ متصل حجرے میں، یہیں ان کے ساتھ مقیم وزیرستان وغیرہ کے بارہ تیرہ طلبہ کوچی طور پر اسباق پڑھانے لگے تھے بہر حال عید الفطر کے بعد غالباً شوال کے ابتدائی عشرے کے کسی تاریخ میں، میں اور ایک دوسرے طالب علم احمد حنان آف دانا، مولانا مرحوم کے ساتھ اس مدرسے میں گئے اور ابتدائی کتابیں پڑھنے لگے جب دین کی کچھ شد بد پیدا ہونے لگی اور اپنے ماحول اور ارد گرد کی ابتری کا تھوڑا بہت احساس ہونے لگا تو لازمی طور پر خدمت دین کا داعیہ حرکت کرنے لگا چنانچہ ایک دفعہ بنوں شہر کے قدیمی ڈسٹرکٹ جیل (جو اب یہاں سے چھ ساتھ کلومیٹر کے فاصلے پر بنوں ٹاؤن میں منتقل ہو گئی ہے) کے ساتھ لگے ہوئے ایک چھوٹی سی مسجد (سپلائی مسجد جو اب ایک بڑی عالی شان مسجد میں تبدیلی ہو گئی ہے) میں قائم تبلیغی مرکز کے شب جمعہ میں پہنچ گیا اور غالباً بیان کے بعد وہاں کے امیر صاحب سے خصوصی طور پر اس درخواست کے ساتھ ملاقات کی کہ ہمارا علاقہ داؤد شاہ مرکز کے قریب ہی واقع ہے لیکن ”چراغ تلے اندھیرا“ کے بموجب یہاں جماعت کی کوئی سرگرمیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ بہت مناسب ہے کہ وہاں چند ایسے

ساتھیوں کو دعوت کا کام کرنے کے لیے بھیجا جائے جو تقریر و بیان کا اچھا خاصا سلیقہ بھی جانتے ہوں امیر صاحب نے (جو کوہاٹ کے رہنے والے اور بنوں فوڈ کنٹرول کے محکمے سے وابستہ تھے) بہت پیار اور محبت سے سمجھایا کہ اس کام کے لیے گہرے دینی درد کی ضرورت ہے۔ تقریر کا ملکہ حاصل ہونا کوئی شرط نہیں جس سے مجھے اپنی درخواست کے اس مخصوص بوجھ پر کسی قدر خفت اور شرمندگی محسوس ہوئی بہر حال میں واپس آیا اور دعوت دین کی قدر و ضرورت کا پہلے سے نسبتاً کچھ زیادہ جذبہ پیدا ہوا، اس کے بعد عرصہ دراز تک تبلیغی جماعت کے ساتھ کسی خاص تعلق یا آمد و رفت کا کوئی خاص واقعہ یا نہیں آتا تا آنکہ ۱۹۷۱ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درس نظامی سے فراغت کی سند حاصل کی اور درس و تدریس کے کام میں مشغول ہو گیا۔

### تبلیغی جماعت کے ساتھ جزوی تعلق اور تاثرات

اس کے بعد تبلیغی جماعت کے دوسرے گرم ارکان سے میرا میل جول بڑھتا رہا جن میں سے ایک کا نام دلفراز خان تھا جو اگرچہ سکول میں میرا ہم جماعت تو نہیں تھا لیکن گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ بنوں میں دوران تعلیم اس کو بھی کسی جماعت میں پڑھنے کے لیے آتے جاتے دیکھتا تھا وہ ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا گھر سکول سے قریب ہی ہسپتال مسجد کے آس پاس میں واقع تھا دوسرے کا نام آفتاب عالم خان تھا یہ میرے ایک چچا زاد بھائی کا خالہ زاد تھا سکول کے زمانے کے بعد اس میں تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے



بہت بڑی اور دینی نقطہ نظر سے بہت خوشگوار تبدیلی آئی تھی اور اب وہ ایک صالح نوجوان کے روپ میں ظاہر ہو گیا تھا اس کا گھر بھی سکول سے قریب ہی موضع سوکڑی میں واقع تھا اور وہ بھی ایک کھاتے پیٹے گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ ہمارے اور ان کے تعلقات فقط اور فقط ان کی صالحیت اور نوجوان علماء کی طرف ان کی رغبت و میلان کی بنیاد پر استوار تھے اور اسی بنیاد پر وہ میری بڑی آؤ بھگت اور اچھی خاصی خاطر داری کیا کرتے تھے۔ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء کے آگے پیچھے کے زمانے میں، میں لاہور کے مختلف مدارس میں پڑھاتا رہا اور چونکہ آفتاب عالم خان کی اکثر و بیشتر کاروبار کے سلسلے میں لاہور آنا جانا ہوتا تھا لہذا وہ کسی قدر رشتے اور زیادہ تر اس دینی تعلق کی بنیاد پر مجھ سے بھی لاہور آمد کے موقع پر عام طور پر ملاقات کیا کرتے تھے اور ان ملاقاتوں میں ایک تبلیغی چلہ لگانے کی بھرپور ترغیب بھی دیا کرتے تھے انہیں سالوں میں جبکہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر انتظام چلنے والے ایک دینی ادارے دارالعلوم دینیہ چوک یتیم خانہ لاہور میں ناظم دارالافتاء تھا اور ایک دوسرے مدرسے میں پڑھانے کے لیے آیا جایا کرتا تھا تبلیغی جماعت کا سالانہ اجتماع ہونے لگا اور اتفاق سے دارالعلوم دینیہ کے انتظامیہ سے میرا نباہ اس قدر متاثر ہوا کہ مجھے وہاں سے برخاست کیا گیا تو میں نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے تبلیغی اجتماع میں شرکت کرتے ہوئے وہاں سے چلے کا پروگرام بنایا اور بالآخر آفتاب عالم خان کی محنت و محبت سے تبلیغی سفر پر نکل گیا۔ ہم حیدرآباد سندھ گئے اور وہاں سے ٹنڈو آدم، کنڈیاری وغیرہ سے ہوتے ہوئے بڑی عید کے موقع پر تحصیل کھپرو ضلع ساٹکھڑ کے مرکزی شہر کی

مرکزی جامع مسجد میں جا وارد ہوئے اس پورے پیدل سلسلہ سفر میں ٹنڈو آدم شہر کی صفائی وہاں کی مسجد اور مدرسے کے ماحول سے بہت متاثر ہوا اور چونکہ لاہور سے درس و تدریس کا تعلق منقطع ہو چکا تھا اس لیے قدرتی طور پر اس مسجد و مدرسے سے تعلق بن جانے کی آرزو پیدا ہوئی لیکن اس کا کسی درجے میں بھی اظہار نہیں کیا لیکن کھپرو کے سفر تک اس ماحول کی یادیں آتی رہیں۔

ٹنڈو آدم سے کھپرو تک کے سفر میں ایک دن یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مجھے قریبی گزرے ہوئے رمضان مبارک کے کئی روزوں میں شک لاق ہوایہ شک ایک فقہی مسئلے کی بنیاد پر تھا میرا ارادہ ہوا کہ ان روزوں کی قضاء اسی مبارک سفر کے دوران ہی کر لوں چنانچہ میرا دوسرا یا تیسرا روزہ تھا کہ ٹنڈو آدم سے ہماری نصرت کے لیے ایک جماعت پہنچ گئی چونکہ سردی کا موسم تھا دن چھوٹے تھے لہذا روزے کی وجہ سے بھوک پیاس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا اس لیے میں اذان کے ساتھ ہی کھجور یا پانی کے ساتھ روزہ افطار کر لیا کرتا تھا اور مغرب کی نماز پڑھ کر بیان میں شرکت کرنے کے بعد ساتھیوں کے نظم کے مطابق انہیں کے ساتھ کھانا کھالیا کرتا تھا اس دن یا وہیں کہ کن ساتھیوں کا کھانا وغیرہ پکانے کا نمبر تھا۔ بہر حال اذان سے تھوڑی دیر پہلے ایک ساتھی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کے لیے ایک چپاتی پکائی ہے نماز کے بعد آپ تیار شدہ سالن سے ایک رکابی میں ڈال کر یہ چپاتی کھالیں۔ میں نے نماز کے بعد اسی طرح کیا جماعت والے مغرب کی نماز کے بعد مسجد کے ہال میں اندر بیان سن رہے تھے میں چپاتی کھانے کے بعد کچھ بوجھل سا ہونے لگا لہذا ہال کی دیوار کو ٹیک لگا کر باہر برآمدے میں بیٹھا بیان سننے

کی کوشش کرتا رہا لیکن بیان کے ایک آدھ لفظ کو سمجھ جاتا پورا بیان سننے اور سمجھنے سے قاصر رہا بیان کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان بچھ گیا اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر تھوڑا تھوڑا کھانے لگا۔ اس دوران امیر صاحب نے (جو ضلع میانوالی قصبہ پیلپان کے رہنے والے تھے) نے بالخصوص مجھے مخاطب کر کے فرمایا مولانا! کیا خوب بیان تھا میں نے عرض کیا کہ ہاں لب و لہجہ سے تو بہت پرکشش معلوم ہو رہا تھا لیکن میں اسے پوری طرح سے سن اور سمجھ نہیں سکا انہوں نے تعجب اور کسی قدر غصے کے انداز میں پوچھا کیوں؟

تو میں نے روزے، افطار، بوجھل پن اور باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگانے کی تفصیل بیان کی تو وہ خلاف توقع غیر معمولی طور پر بھڑک اٹھا اور مجھے بُری طرح سے ڈانٹا کہ تم روزوں کے لیے آئے ہو یہ تو تم نے بہت غلط کام کیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے میں بالکل خاموش رہا اور ردِ عمل میں ایک لفظ بھی نہیں کہا لیکن دوسرے کئی ساتھی امیر صاحب کے اس رویے پر سخت مشتعل ہوئے اور انہوں نے امیر صاحب کو نہ صرف کھری کھری سنائیں بلکہ اسے امارت سے معزول کرنے کی مہم بھی چلائی شروع کی معلوم نہیں ایسے موقعوں پر اپنی طبعی جلالت (جس پر بعد میں ہمیشہ عداوت رہتی ہے) کے طلی الرغم یہ کیسا مبارک اور خیر و برکت کا سفر تھا کہ میں نے اس مہم میں نہ صرف یہ کہ ان کا ساتھ نہ دیا بلکہ اس لیت و لعل سے کہ ابھی چلنے کے چند ہی روز تو باقی ہیں ان کے لیے موجودہ لقمہ کو توڑ پھوڑ کر نیا لقمہ بنانا کسی طرح بھی مناسب نہیں، ان کو بھی اس مہم کو منطقی انجام تک پہنچانے سے باز رکھنا تاہم تعلقات بہت متاثر ہوئے اور عملاً

جماعت بے امارت ہوئی اور بقول اقبال مرحوم نقشہ کچھ یوں بنا:

زکار بے نظام اوچہ گویم تو میدانی کہ ملت بے امام است

ہماری نصرت کے لیے آئی ہوئی جماعت نے ٹڈو آدم کے تبلیغی دوستوں کی طرف سے یہ خواہش اور فرمائش بھی پہنچائی کہ تمہاری جماعت والیسی پردو بارہ ٹڈو آدم آجائے اور ہمارے ساتھ ایک رات گزار کر عاجز لاہور ہو، جماعت کے کئی ساتھیوں نے بتایا کہ میر پور خاص میں ایک بزرگ صاحب حضوری ہیں چاہیں تو اس سے ملتے چلیں پہلے تو میں صاحب حضوری کے لفظ پر چونکا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس سے پہلے میں نے یہ لفظ نہیں سنا تھا بتایا گیا کہ صاحب حضوری وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کو ہر رات خواب میں نبی علیہ السلام کا دیدار نصیب ہوتا ہے مجھے اس کو دیکھنے کا بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہوا جماعت کے ساتھیوں میں اس پر اختلاف ہوا امیر صاحب کا اصرار تھا کہ ہم صاحبان حضوری کے پیچھے گھومنے پھرنے کے لیے نہیں آئے ہیں کئی ساتھیوں کی بھرپور خواہش تھی کہ ضرور بالضرور ان سے مل کر جائیں گے۔ اپنی بھی یہی رائے تھی کہ اگر جاتے جاتے اس کی ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہو جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے (امیر صاحب کے اس قسم کی باتوں کی اس وقت سمجھ نہیں آرہی تھی اب آگئی ہے آئندہ کے مباحث میں آپ کو بھی اس کی توجیہ سمجھ آ جائیگی) ہم سب گھر سے نیکی کا جذبہ لے کر نکلے ہیں ایسے بزرگوں کی ملاقات بھی ایک نیکی ہے تو کیوں خواہ مخواہ اس نیکی کے موقع کو مس کیا جائے بہر حال والیسی کے پروگرام میں ان سے ملنا بھی طے پایا۔

راستے کے سفر میں نصرت والی جماعت کا ایک ساتھی میرے ساتھ ہی

سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا میں (جیسے کہ عام طور پر میری عادت ہے) بس وغیرہ کے سفر میں مناظر قدرت میں غور و فکر سے مخطوط ہوتا رہتا ہوں کہ اچانک اس نے باتیں شروع کیں کہنے لگا کہ آپ تو مدارس میں درس و تدریس کے مراحل سے ہو گزرے ہیں وہاں کا ماحول اور کیفیات بھی دیکھے ہیں اور اب تبلیغی چلے کے اختتامی دنوں میں چل رہے ہیں بتاؤ اس راستے میں تم نے کیا محسوس کیا (اس وقت تو میں محسوس نہیں کر سکتا تھا لیکن اب محسوس کر رہا ہوں کہ مقابلے میں مدارس کا ماحول ذکر کرنے میں دوست کا کیا منشاء تھا) میں سمجھ گیا کہ میرا ساتھی مجھ سے مروجہ تبلیغ کی تعریف اور ستائش میں کچھ مننا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ نظری طور پر تو اپنے آپ کو پہلے بھی دینی لحاظ سے کمزور اور قصور وار سمجھتے تھے لیکن اب گویا اپنی کمزوری اور قصور واری بہت واضح انداز سے سامنے آگئی ہے۔

بہر حال میرے پورے خاص پہنچ کر اس بزرگ سے ملاقات ہوئی لیکن نامعلوم کیوں مجھ پر غیر معمولی گریہ طاری ہو گیا جس کی وجہ سے مجلس میں گم سم بیٹھا کوئی بات نہ کہہ سکا غالباً گریہ کی وجہ یہ تھی کہ کچھ خوش نصیب لوگ تو ہر رات حضور علیہ السلام کی دیدار سے شرف یاب ہوتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ زندگی بھر نبی علیہ السلام کی خواب میں ایک دفعہ بھی دیدار نصیب نہیں ہو سکی۔

وہاں سے واپس ٹنڈو آدم کی اسی جامع مسجد میں دوبارہ پہنچے جس سے پہلی دفعہ ٹنڈو آدم آکر رات گزارنے کے بعد روانہ ہوئے تھے اور ہاں روانگی کی اسی رات اس مسجد میں تبلیغیوں کا علاقائی جوڑ بھی تھا جس کے لیے رائیو ٹنڈو سے کسی بزرگ نے خصوصی طور پر آنا تھا اور جب اُس کی آمد میں تاخیر ہو گئی تو مقامی

دوستوں نے ہماری جماعت کے امیر سے پوچھا کہ تمہاری جماعت میں کوئی عالم نہیں جو بزرگ کی آمد تک مجمع کو مصروف رکھ سکے امیر صاحب نے میری نشان دہی کی اور اس طرح سے مجھے وہاں بیان کرنا پڑا تھا ٹنڈو آدم میں رات گزار کر صبح کی نماز پڑھ کر ابھی صبح میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے شانے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف متوجہ کیا کہ امیر صاحب اور کچھ دوسرے مقامی ساتھی آپ سے خصوصی ملاقات کے لیے بیٹھے انتظار کر رہے ہیں میں اٹھا اور ان کے حلقے میں جا کر بیٹھ گیا خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد امیر صاحب نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لاہور سے تدریسی تعلق ختم کر کے چلے پر نکلے ہیں ہم نے ٹنڈو آدم سے کھپرو تک کے سفر کے سارے حالات و واقعات سے اپنے آپ کو باخبر رکھا ہے ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمارے ہاں مدرسہ مدنیہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں جیسے کہ میں نے پہلے بتلایا ہے کہ یہاں پہلی دفعہ آمد کے موقع پر بعینہ اسی طرح کی آرزو میرے دل میں پیدا ہوئی تھی سو اس آفر سے بہت خوشنوار حیرت ہوئی میں نے عرض کیا کہ لاہور جا کر فیصلہ کروں گا اور پھر آپ لوگوں کو اطلاع دیدوں گا مقامی دوستوں نے نہ صرف دن کو ہماری پر تکلف دعوت کی بلکہ رات کا کھانا بھی تیار کر کے شام کو ریل سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر پہنچایا، روانگی کے وقت امیر صاحب نے خصوصی شفقت اور محبت کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم آپ کی طرف سے اطلاع کے منتظر رہیں گے اور ہمیں اُمید ہے کہ آپ ہماری خواہش کا لحاظ کریں گے، لاہور واپس آکر سوچتے لگا تو ٹنڈو آدم کی دوری کا بہت شدید احساس ہوا چنانچہ آمد و رفت کی صعوبتوں کی وجہ سے معذرت کا خط لکھ دیا۔

### لطیفہ:

ریل کے سفر میں مجھے پیٹ میں شدید درد محسوس ہوا جس سے سخت بے قرار ہوا میرے چلتے کے ایک ساتھی عبدالقیوم کشمیری جو میرے ساتھ ہی لیٹے ہوئے تھے ان کو میرے درد کی بابت معلوم ہوا تو معوذتین کی تلاوت کر کے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر پیٹ پر پھیرتے ہوئے ناف تک لے گیا اور جونہی ہاتھ اٹھانے لگا تو ایسا محسوس ہوا کہ درد اس کے ہاتھ ہی کے ساتھ اٹھ گیا ہم دونوں پھر سو گئے رات کے آخری پہر میں جاگا تو عبدالقیوم کو سخت بخار چڑھا تھا اور وہ پسینے میں شرابوڑ تھا میں نے بڑے اعتماد سے معوذتین پڑھنے شروع کئے اور اس کے ماتھے، سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا مجھے پوری توقع تھی کہ میرا ہاتھ اٹھاتے ہی اس کا بخار بھی اٹھ جائیگا لیکن بخارش سے مس نہیں ہوا اس کے بعد میں نے اور کئی سو مرتب تلاوت کیں لیکن بخار نے آخر تک کوئی اثر قبول نہیں کیا جس پر سخت ندامت اور مایوسی ہوئی کہ پروردگار ایک اُمی کے معوذتین پڑھنے سے تو پیٹ کا درد ختم ہو گیا اور ایک مولوی کی لمبی چوڑی قرآنی آیات کی تلاوت سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

لاہور واپسی کے سفر میں جماعت کی اندرونی ناگفتہ حالت اور ابتری پر سب ساتھیوں کو تھوڑا بہت احساس تو تھا ہی لیکن امیر صاحب کو امارتی ذمہ داریوں کے حوالے سے سب سے بڑھ کر احساس تھا وہ ریل میں دو تین دفعہ میرے پاس آیا اور اس کا تذکرہ کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ رائے وٹڈ پیچنے سے پہلے پہلے کسی قریبی اسٹیشن پر سارے ساتھی اتر جائیں ان سب کو میری طرف سے چائے کی دعوت دیں آپ ان سب کو اترنے اور دعوت میں شرکت پر آمادہ کر لیں اور پھر اسی

دعوت کے دوران ہمارے درمیان صلح صفائی اور معافی تلافی کر لیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ ساتھی اس تجویز پر متفق ہو گئے اور یہ ساری کارروائی بحسن و خوبی انجام پائی۔ اب تو معلوم نہیں لیکن اس زمانے میں رانیوٹڈ میں یہ روایت چلتی تھی کہ تبلیغی سفر سے واپسی پر وہاں کے اکابر جماعت کے کسی فرد کو نمبر کے قریب کھڑا کر کے سفر کی کارگزاری سنواتے تھے اس کارگزاری کو سنانے کے لیے میرا نام تجویز ہوا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ امیر صاحب کی شکایت کرونگا اور یہ کہونگا کہ رانیوٹڈ کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ امیر کے انتخاب میں خصوصی احتیاط سے کام لیں اور ہر ایرے غیرے کو جماعت پر مسلط نہ کریں میں نے اس شرط کے ساتھ کارگزاری سنانے سے انکار کیا اور کسی دوسرے کو یہ ذمہ داری سونپنے کو کہا لیکن پھر بالآخر اس شرط کے بغیر مجھے ہی کارگزاری سنانی پڑی۔ لاہور واپسی کے بعد اپنے معمول کی مصروفیات درس و تدریس اور امامت خطابت کے کاموں میں جت گیا اور ایک عرصے تک تبلیغ کے مروجہ طریقے سے دلچسپی اور ہمدردی برقرار رہی۔

اسی تعلق سے لاہور میں قیام کے دوران کئی دفعہ علمائے کرام کی خصوصی جماعات کے ساتھ کئی سہ روزے لگانے کی بھی نوبت آئی اس سلسلے میں گجراتوالہ، فیصل آباد اور راولپنڈی میں علماء کے ساتھ خصوصی سہ روزے لگے جن میں کئی ایک نامانوس تجربات بھی ہوئے مثلاً ایک موقع پر راولپنڈی میں مولانا سعید الرحمن صاحب کے مدرسے جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں سہ روزہ پر تھے پانی کے مطالبے پر آم کے جوس کا بھرا ہوا گلاس ملتا تھا میں نے کہا کہ ہم تبلیغ

میں اس لئے بھی آتے ہیں کہ یہاں ذرا سادگی اور تھوڑے بہت مجاہدے کی عادت بنائیں تبلیغی ساتھی میرا مطلب سمجھ گئے ان میں سے ایک نے بہت غصیلی انداز میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ”کھاؤ پیو اور کام کرو“ اس کے بعد اس قسم کی بات کی پھر کبھی جرأت نہ ہو سکی۔

مدرسہ اسلامیہ میں ظہر کے بعد ہر تین چار ساتھیوں کو خصوصی گشت کے لیے ایک ایک گاڑی مہیا کی گئی میرے ساتھ عام طور پر ایسے موقعوں پر مولوی سمیل اور مولوی ادیس ہوا کرتے تھے اول الذکر پاکستان تبلیغی جماعت کے ایک سابق امیر بابو بشیر صاحب کے فرزند تھے اور ثانی الذکر لاہور ہی کے کسی تاجر خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس خصوصی گشت میں ہم نے جس محلے میں گشت کرنا شروع کیا اور جس کے ہر گھر کے دروازے پر دستک دیتے تھے انہیں گھروں میں جماعت اسلامی پنجاب کے سابق امیر مولانا فتح محمد صاحب کا گھر بھی تھا ہمارے دستک پر موصوف گھر سے نکلے بہت تپاک سے ملے اور آمد پر بہت شکریہ ادا کیا، ہمارے متکلم صاحب نے (جو آب یا نہیں کہ میں تھا یا کوئی اور) بات ختم کی تو مولانا صاحب بولنے لگے کہ آپ کی طرح ہم بھی الحمد للہ دین کے ایک شعبے میں خدمت کا کام کرتے ہیں انہوں نے غالباً قادیانیوں کے خلاف اپنے کئی عدالتی مہمات کا ذکر کیا لیکن اس کی بات کو کانٹتے ہوئے ساتھیوں نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا مجھے یہ انداز بہت بُرا اور نامناسب محسوس ہوا اور بعد میں ساتھیوں سے کہا کہ اگر آپ دوسروں سے سننے کی توقع رکھتے ہیں تو ان کی بات سننے کی بھی تھوڑی بہت زحمت اٹھانی پڑے گی یہ کیا بات ہوئی کہ اس کو تو اپنی بات

سنانے کے لیے با ادب اور خاموش کھڑا کرنے پر مجبور رکھا اور جب اس کے جذبات کی باری آئی تو آپ ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھیں۔

قیصل آباد سہ روزے کے دوران وہاں کے ایک مشہور مدرسے میں وارد ہوئے بعد المغرب کا بیان میرے سیرہ و نماز فجر باجماعت پڑھ کر ہم وہاں کی مسجد کے برآمدے میں بیٹھے اشراق کا انتظار کرنے لگے اور ادھر ادھر کی تھوڑی بہت باتیں بھی ہو رہی تھیں مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب مدرسے سے متصل کمرے سے برآمد ہوئے اشراق پڑھ کر ہم سے مخاطب ہوئے باتوں باتوں میں پوچھا کہ رات بیان کس کا ہو رہا تھا ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا تو خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے اپنے کمرے میں تشریف لے گئے ہمارے درمیان مشورہ ہونے لگا کہ مدرسے کے طلباء و اساتذہ اور تمام اہل کار جمع ہو گئے ان کے سامنے بیان کس کا ہونا چاہئے غالباً میں ہی اس جماعت میں مولوی تھا سب نے مجھے ہی بیان کرنے کے لیے تجویز کیا لیکن میں نے یہ کہتے ہوئے صاف انکار کیا کہ اتنے بڑے بڑے علماء اور خاص کر شیخ الحدیث صاحب کے سامنے کچھ کہنے کا میرے اندر یا راز ہرگز نہیں مجبوراً جماعت والوں نے ایک دوسرے طویل اوقات لگائے ہوئے بزرگ کو منتخب کیا یہ بیان تو مدرسے کے کئی اسباق ہو جانے کے بعد ہونا طے پایا۔ جب مدرسے کے اسباق شروع ہوئے تو میں نے حسب عادت (کہ جس مدرسے میں چلا جاؤں وہاں کے بڑے بڑے علماء کے درس میں بیٹھنے کا بہت شوق ہوتا ہے) شیخ الحدیث صاحب کے درس میں بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا کئی دوسرے ساتھیوں نے بھی میرے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ ہم

دو تین ساتھی ان کے درس میں جا کر بیٹھے۔ بخاری شریف کا درس شروع تھا اور نبی علیہ السلام کے عمودوں پر گفتگو جاری تھی کہ انہوں نے کتنے عمرے کئے ہمارے بیٹھے ہی شیخ الحدیث صاحب اس بحث میں مدی طرح الجھ گئے مجھے اپنی آمد پر سخت ندامت ہوئی لیکن اب اُنھ کو درس سے نکلنے میں بھی اندیشہ تھا کہ شیخ الحدیث صاحب کو اپنی الجھاؤ کی وجہ سے ہمارے اُنھنے پر سخت محسوس ہوگی سو اختتام درس تک کے لمحات ہمارے لئے تو اچھے خاصے اذیت ناک بن گئے خدا معلوم شیخ الحدیث صاحب نے کیسے گزارنے ہوئے۔

ایسا ہی ایک تجربہ ہمیں ایک دوسرے موقع پر بھی ہوا ہمارے علاقے کے ایک بزرگ مدرس بلکہ شیخ الحدیث کے پاس دعا سلامت کے لیے گیا معلوم ہوا کہ وہ سبق پڑھا رہے ہیں بلا تاٹل جا کر ان کے درس میں بیٹھ گیا چند لمحات کے بعد اس نے درس بند کیا طلبہ کے چلے جانے کے بعد موصوف خلاف توقع مجھ پر اس طرح برس پڑے جیسے کہ میں نے بہت ہی بڑا ناجائز کام کیا ہو غالباً ایسے موقعوں پر ہماری بے باکی کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے ایک سیدھے سادے دیہاتی قسم کے استاد جس سے ہم نے فنون کی اونچی اونچی کتابیں پڑھی تھیں ان کے ساتھ آخر عمر تک ہمارا معمول یہ رہا کہ جب بھی ہم اس کے پاس ملنے آتے تو فراغت بلکہ درس و تدریس کے بہت سے مراحل سے گزر کر بھی ہم کسی جھجک کے بغیر سیدھے ان کے درس میں جا بیٹھے اور ان کے درس پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

بہر حال مروجہ طریقہ تبلیغ کے ساتھ یہ تعلق بہت زمانے تک کسی نہ کسی درجے میں قائم رہا اور کسی نے کوئی اعتراض کیا تو اس کے دفاع میں آخری درجے تک ذور لگاتا رہا۔

## مروجہ طریقہ تبلیغ کی وکالت اور دفاع کے چند واقعات

کئی سالوں کے بعد جب میں لاہور سے واپس جا کر سرحد کے کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد پھر واپس لاہور آیا تو ایک موقع پر کئی مسجد مہاجر آباد لاہور میں خطابت اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مرحوم کے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں درس و تدریس پر مامور ہوا ڈاکٹر صاحب مرحوم عوام کے لیے اس مروجہ طریقہ تبلیغ کو مفید سمجھتے تھے لیکن اہل علم کے اسی طریقے میں محصور ہو کر خدمت دین کے دوسرے تمام محاذوں کو غیر آباد چھوڑنے کے ہرگز قائل نہیں تھے ان کا خیال تھا کہ دنیا کے اربوں انسانوں کو اسلام کی دعوت پہنچانے کی ضرورت ہے لیکن ہر جگہ ایک ہی طریقہ کار گر نہیں ہوتا بلکہ ہر کسی کو اس کی علمی اور ذہنی سطح کے مطابق اسلوب دعوت اختیار کرنا چاہئے دنیا کے لوگ مختلف طبقات میں تقسیم ہیں اور ہر طبقے کو اسی کے ذہنی اور علمی صلاحیتوں کے پیش نظر اسی کے مطابق طریقہ تبلیغ سے متاثر کیا جاسکتا ہے وہ اکثر و بیشتر میرے قرآن اکیڈمی کے کلاس کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت کے ساتھ سہ روزہ وغیرہ پر نکلنے کو کچھ اچھا کام نہیں سمجھتے تھے اور کبھی کبھی اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار بھی فرما دیتے تھے لیکن میں اپنے ذہن کا پکا بارہا اس کی ناراضگی کو نظر انداز کر دیتا تھا اللہ تعالیٰ مرحوم کو کدورت کردت جنت الفردوس نصیب فرما دے کس حکمت و شفقت سے مجھے کبھی کبھی ان کے دفتر میں آنے کی دعوت دیدیتے اور پھر مختلف علمی موضوعات پر بحث کے ضمن ضمن میں اپنے اس فکر کو میرے سامنے رکھتے لیکن میں عام طور پر دو باتیں کہہ کر رخصت ہو جاتا۔

۱۔ مغرب کے بڑے بڑے لوگ بھی وہاں کی پُرستھن فضا میں سانس کھینچ کھینچ کر بڑی تکلیف سے جی رہے ہیں چچ در چچ سانس اور فلسفیانہ گفتگو سے بیزاری کی حد تک تنگ آ چکے ہیں لہذا وہ سیدھے سادے الفاظ میں حق اور سچائی کی بات سننے اور قبول کرنے کے لیے مضطرب ہیں۔

۲۔ تبلیغی جماعت والے عملی زندگی کی بہت ہلکی پھلکی خوبصورت مثالیں پیش کرتے ہیں جو عام طور پر خطابیات کے قبیل سے ہوتی ہیں لیکن اپنی بے ساختگی کی وجہ سے غیر معمولی طور پر پُر تاثير ہوتی ہیں۔

ایک موقع پر کسی نے بہت زوردار انداز میں کہا کہ تبلیغی جماعت والے امر بالمعروف تو کرتے ہیں لیکن نہی عن المنکر سے پہلو بچاتے ہیں میں نے جواب دیا کہ کسی خاص ماحول اور زمانے میں عارضی طور پر دونوں میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے لیکن اس کو عام فلسفہ دعوت و تبلیغ نہ بنایا جائے تو اس کی گنجائش ہے کسی نے کہا کہ یہ جہاد نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ کوئی صحیح موقع جہاد آجائے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بستروں کے قافلے رانیونڈ کے بجائے جہادی مراکز اور مورچوں کی طرف رواں دواں ہو گئے اور ایک موقع پر تو میں نے خوشگمانی کی انتہا کر دی، میں نے کہا کہ جیسے کہ حدیثوں میں آتا ہے آخری دور میں مہدی موعود علیہ السلام کی قیادت میں جہاد ہوگی تو یہی تبلیغ و دست اس کے لشکر و سپاہ ہو گئے تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ بھی اعتراض کیا جاتا تھا کہ یہ قرآن و حدیث کو اہمیت نہیں دیتے اور ان کے مجالس میں شرکت سے آخری حد تک کٹی کتراتے ہیں میں جواب دیتا تھا کہ جماعت میں اکثریت ان پڑھ عوام کی ہے

قرآنی وحدیثی حلقے قائم کرنا علماء کا کام ہے پھر رفتہ رفتہ جب اس دلیل پر خود بھی اپنے دل کو قانع نہ کر سکا تو میں نے حق نمک ادا کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ مولوی لوگ کسی ضابطے قاعدے کے تو پابند ہیں نہیں اکثر و بیشتر قرآنی دروس میں اختلافی مسائل کو چھیڑتے ہیں اور فرقہ وارانہ طنز و تعریض کی گولہ باریاں کرتے رہتے ہیں تبلیغی دوست جو سب کو لے کر چلنے کی بات کرتے ہیں کس طرح اس قسم کی مجالس میں بیٹھ سکتے ہیں بہر حال میں ایک طویل عرصے تک اس قسم کے سوال و جواب کے موقعوں پر ڈٹ کر تبلیغی دوستوں کی طرف سے دفاع کے لیے ہر وقت آمادہ پیکار رہتا تھا کسی مسجد مہاجر آباد لاہور میں خطابت کے دوران وہاں کی مقامی جماعت کے ساتھ بہت خوشگوار زندگی گزرتی تھی میں وہاں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا کرتا تھا اور سارے لوگ جمع تبلیغی دوستوں کے بہت شوق اور جوش و خروش کے ساتھ درس میں بیٹھا کرتے تھے بلکہ یہ درس انہیں کے اہتمام و انصرام میں جاری اور قائم تھا نہ ان کو قرآن کے بارے میں کوئی تحفظات تھے اور نہ مجھے جماعت سے کوئی شکوہ و شکایت یا بدگمانی تھی قاری سلیم اللہ صاحب مقامی امیر تھے اور اکثر و بیشتر لاہور کے تبلیغی مرکز سے علماء کی سر روزہ جماعت نکلتی تھی تو قاری سلیم اللہ صاحب از خود میراث نام سرفہرست لکھوالیا کرتے تھے عام طور پر جمعہ پڑھا کر میں اس جماعت کے ساتھ کسی طرف نکل جاتا تھا اور اتوار کی شام کو واپس آ جاتا تھا۔ یہ سوچ کر قاری سلیم اللہ صاحب کی اس کارروائی پر میں کوئی دل گرفتگی محسوس نہیں کرتا تھا کہ خود تو مرکز جا کر بالارادہ سہ روزہ لگانے کی توفیق نہیں اگر قاری صاحب کی مہربانی سے علماء کے ساتھ تین دن رہنے کی

سعادت نصیب ہو رہی ہے تو اس میں قباحت ہی کیا ہے یہ ایک زمانہ تھا کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ بہت زیادہ تعلق خاطر اور خلوص و محبت کے رشتے تھے اور الحمد للہ یہ سب کچھ دین کی بنیاد پر تھا جس پر مجھے اب بھی کسی قسم کا چھتاوا ہرگز لاحق نہیں ہے۔ انسان ضروری سوچ و بچھار اور قرآن و حدیث کے معروف پیمانوں کے مطابق نیکی اور بدی کے تعین اور اس پر عمل کرنے کا مکلف ہے اس سے زیادہ نہ اس کے بس اختیار میں ہے اور نہ ہی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری میں داخل۔

### اچھے کا آغاز اور بے اطمینانی کا دورانیہ

جہاد اسلام کا بہت اہم فریضہ اور انسانیت کی خدمت اور تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انمول تحفہ ہے اور پھر ظلم و ستم اور بربریت کے اس دور میں تو اس کی ضرورت و اہمیت اضعا فامضعتہ ہو جاتی ہے قرآن نے اس حقیقت کی طرف بڑے مختصر مگر جامع الفاظ میں اشارہ کیا ہے ارشاد ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ﴾

اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض دوسروں کا قلع قمع نہ کرتا تو ساری زمین فساد سے بھر جاتی یہ بات نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے دور میں جس طرح صد بہ صد درست تھی آج کے عالمی حالات میں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر صحیح اور درست ہے کچھ لوگوں کو ترحم کا ایسا ہیضہ ہو جاتا ہے جس کی بدولت وہ انبیائے کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے بھی بڑھ کر انسانیت کے شفیق بننے کی کوشش کرتے ہیں اسلام کے مجموعی ڈھانچے

میں ہر فکر و عمل کا ایک مخصوص مقام ہوتا ہے اس مقام سے آگے پیچھے ہٹا کر آپ پورے ڈھانچے کی افادیت اور معنویت کو بگاڑ کر رکھ دیں گے اگر واقعی اسلام خدا تعالیٰ کا سچا اور حق دین ہے تو اس کی ترکیب و ترتیب بھی حق ہے اور شارع علیہ السلام کے بغیر کوئی بھی اس میں ادنیٰ تغیر و تبدل کا مجاز نہیں یہ بات اسلام کے مسلمات اور قرآن و حدیث کے واضح اور صریح مندرجات سے ثابت ہے اس میں کوئی خفا اور ابہام نہیں ہے اور اگر کوئی اس میں خفا اور ابہام پیدا کرتا ہے تو وہ اپنے خوابوں کی تعبیر میں سرگردان ہے دینی خدمت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیری مصلحتوں کے بموجب بالآخر روس نے افغانستان پر حملہ کر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد کی از سر نو احیاء کا سامان پیدا کر دیا اگر کسی کافر فرد یا ملک کو ڈھائے خیر دی جاسکتی تو میں روس کو دعا دیتا کہ اس کی حماقت نے مسلمانوں میں صدیوں سے خفتہ و خوابیدہ جذبہ جہاد کو نہ صرف بیدار کیا بلکہ اس قدر مشتعل اور آتش بدامن کر دیا کہ کیا مشرق اور کیا مغرب، ہر طرف سے جذبہ جہاد سے سرشار قلوب کی افغانستان میں آمد شروع ہوئی اور مجاہدین نے تن من دہن کی بازی لگا کر سرکش ترین روسی سامراج پر پہلے بول دیا روس دنیا میں سوشلسٹ بلاک کا امیر کاروان تھا دنیا پر غلبہ حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ مفادات سمیٹنے کی مسابقت اور سرد جنگ میں روس کے مد مقابل سرمایہ دارانہ نظام کے حامل بلاک کے کرتا و ہر تا امریکہ نے روسی حملے کو اپنے مفادات پر ضرب کاری سمجھتے



ہوئے اس کا راستہ روکنے کے لیے مجاہدین اسلام کی حمایت اور مدد شروع کی اور ایک زوردار تصادم کا سماں بندھ گیا تو سوائے چند مسلمان نما ملحدین اور مادہ پرستوں کے تمام مسلمانوں نے اسے اسلامی جہاد قرار دیا اور اس میں بساط بھر مدد کے لیے تیار و آمادہ ہوئے اسی دوران میں چند تبلیغی دوستوں کی طرف سے بالواسطہ طور پر یہ باتیں پہنچنے لگیں کہ اگر افغانستان میں دعوت و تبلیغ کا کام ہوتا تو روس ہرگز نہ آتا قاتلین کے ذہن میں اس قول کا کیا مطلب ہوگا لیکن بظاہر روسی جہاد کے سلسلے میں دوستوں کی یہ رائے زنی نہ صرف عجیب اور فضول لگی بلکہ جہاد سے اعراض کے مترادف محسوس ہوئی کسی ہمسلمان ملک پر کفر کی ایسی جارحانہ یلغار پر اس کا مقابلہ کرنا فرض عین ہو جاتا ہے یہ کیا معنی کہ ایسے نازک موقع پر مقابلے کی فکر کے بجائے لا حاصل حیل و حجت سے اس فرض کو ٹالنے کی کوشش کی جائے، یہی وہ پہلا اچنبھا تھا جس نے تبلیغی دوستوں کے بارے میں میرے ذہن میں تردد پیدا کر دیا تاہم یہ یقین ہرگز نہیں تھا کہ جہاد کو ٹالنے کا یہ رویہ پوری جماعت کا مستقل فلسفہ دین بنے گا لیکن اس کے بعد کے حالات و واقعات نے رفتہ رفتہ میری اس خوش گمانی کو تحلیل کر دیا تا آنکہ اب صورتحال یہ ہے کہ جہاد کی علانیہ بھرپور مخالفت جماعت کی سب سے بڑی شناخت اور تعارف بن گیا ہے۔

## اسلامی امارت افغانستان کی تشکیل

### اور جماعت کی حرف گیریاں

بدقسمتی سے روس کی پسپائی کے بعد روس کے خلاف جہاد میں شریک معروف بڑی بڑی تنظیموں کے درمیان افغانستان کا نظم و نسق سنبھالنے کے سلسلے میں رسہ کشی شروع ہوئی باعاقبت اندیش قائدین کی باہمی چپقلش اور باہمی ضد و ضدی نے سر پھٹول کی وہ کیفیت پیدا کر دی جس نے جہاد کے تقدس کو بڑی طرح پامال کیا، ہم یہ کہنے کی جسارت تو ہرگز نہیں کریں گے کہ ان لوگوں نے جہاد کا آغاز اللہ تعالیٰ کے دین کی حمایت کرنے کے لیے نہیں بلکہ امر کی امداد میں حصہ رسدی وصول کرنے کے لیے کیا تھا، میرے دماغ کی اسکرین پر آج بھی ان بے سرو سامان سرکلف مجاہدین کی اٹھری اور بد حالی کی تصویریں بالکل تروتازہ ہیں جو محض جذبہ ایمانی کے تحت ہر چھوٹے بڑے خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہر وقت آمادہ اور تیار رہتے تھے اور اس سلسلے میں کسی مصالحت اور سمجھوتے کے روادار ہرگز نہیں تھے لہذا ایسی بات کہنا تو یقیناً خلاف واقعہ اور بعید از انصاف ہوگا لیکن یہ کہنے میں کچھ زیادہ تامل بھی نہیں کہ جانی قربانی کے بعد جاہی قربانی کے موبقہ پر ان سے تصور اور کوتاہی ضرور ہوئی جس کی پاداش میں جہاد کی اصل منزل قدرے دور ہوئی معدوم ہرگز نہیں ہاں افغانوں کی مشکلات و مصائب کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا اور اگر طالبان کی نشأت نہ ہوتی جن کی بابرکت امارت نے دنیا کو اسلامی نظام کار کا ایک مختصر اور سرسری نقشہ دکھایا اور جس کی دوست

دشمن ہر کسی نے تعریف و تحسین کی تو یہ معلوم ان جاہلی تصنیفات پر مبنی خانہ جنگیوں کا سلسلہ کب تک چلا اور اس کے مزید کیا کیا نتائج بدرو نما ہوتے۔

اسلامی امارت افغانستان کے دورانیے میں سرکش اور جنگجو افغانی قبائل میں امن و امان اور اطاعتِ نظم و یدنی تھی امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد سمیت تمام چھوٹے بڑے اساطین دولت بالکل ہی پہلی دفعہ امارت و حکومت کے بہت پیچیدہ تجربات سے گزر رہے تھے لیکن ان کی پاک نفسی، بے لوثی، ملت مسلمہ کی بھی خواہی اور غیرت و حمیت ملی کی بدولت اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرتیں شامل حال رہیں یہی وجہ تھی کہ امارت نے پانچ سال تک بہت مستقل مزاجی، وقار اور خود داری کے ساتھ حکومت کی اور ایک دنیا کو درطرح حیرت میں ڈال دیا، اس سارے عرصے میں افغانی تبلیغی دوستوں کے بارے میں تو زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے واسطہ نہیں رہا لیکن پاکستانی دوستوں کا رویہ نہ صرف یہ کہ مفادمانہ اور ہمدردانہ نہیں رہا بلکہ دبی و بی زبان میں مخالفانہ رہا بلکہ کبھی کبھی تو ان کے تبصروں سے یہی محسوس ہوتا تھا کہ جماعت کے لوگ حکومت و اقتدار کی تمام تر مصروفیات اور سرگرمیوں کو دین سے بالکل الگ محض دنیا پرستی کے مشاغل سمجھتے ہیں ان کو طالبان کی طرف سے اجرائے حدود اور احکام اسلامی میں کوتاہی پر تھوڑی بہت تعزیری سزاؤں پر بھی اچھے خاصے تحفظات تھے کچھ تبلیغی دوست یا ان سے ہمدردی رکھنے والے احباب ایسے موقعوں پر جب تبلیغی دوستوں کے رویے پر بات ہوتی ہے تو بیڑی آسانی سے یہ کہہ کر جان بٹھراتے ہیں کہ یہ تو افراد کی باتیں ہیں اس میں جماعت کا کیا قصور ہے لاجول ولاقوۃ یہی افراد تو جماعت بناتے ہیں۔

کا انفرادی رویہ جماعتی سوچ کی عکاسی کرتا ہے افراد کے علاوہ جماعت کس چیز کا نام ہے اور اگر واقعی جماعت کوئی الگ چیز ہے تو افراد کے اس رویے پر اظہارِ برہمی و برأت یا کم از کم اعلانِ لا تعلق کیوں نہیں کیا جاتا۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے سلسلے میں اسی جواب کا ایک تازہ نمونہ ملاحظہ ہو۔ مفتی محمد عیسیٰ صاحب کجرا نوالہ والے نے تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں بالخصوص طارق جمیل صاحب کے بیانات میں موجود سخت افراط و تفریط کا نوٹس لیا اس کتاب پر تقریظات کے سلسلے میں مفتی صاحب نے کسی ایک عالم سے بھی رابطہ قائم کیا انہوں نے مفتی صاحب کے نام ایک خط لکھا جس کو مفتی صاحب نے دوسرے تقریظات کے ساتھ بصورت تقریظ شائع کیا جس پر اس عالم کی طرف سے مندرجہ ذیل خط روانہ کیا گیا۔

محترم قارئین الشریعہ اور اکابر تبلیغ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ:

مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی کی کتاب ”کلیمة الہادی الی سواہ السبیل“ پر تقریظ کے نام سے میرا ایک خط چھاپا ہے میں یہ وضاحت کر دیتا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تقریظ نہیں بلکہ میرا ذاتی خط ہے جو میں نے مفتی محمد عیسیٰ صاحب کو اس کتاب پر تبصرہ کی خواہش پر تحریر کیا اور محض اذراہ نقض کچھ جملے مزاح کے شامل کئے گئے خط کے آخر میں مولانا کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ نہ اس خط کو شائع کریں اور نہ کتاب کو شائع کرنے کی ضرورت ہے اس سے ہمارا اپنا نقصان ہے صرف ایک شخصیت کی تقریروں کی وجہ سے پوری جماعت کو لپیٹ میں لے لینا ہمارے اکابر کی

روایت نہیں۔

اس خط کا یہ جملہ کہ ”اس سے ہمارا اپنا نقصان ہے“ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیا کسی کے باتوں کو شرعی طور پر جائز یا ناجائز کہنے کا یہی معیار ہے کہ اپنا نقصان ہو تو جائز قرار دینگے اور یہ نہ ہو تو ناجائز۔ اور کیا واقعی یہ ہمارے اکابر کی روایت ہے باقی اگر طارق جمیل صاحب جو بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات میں اکابرین جماعت کی موجودگی میں یہ باتیں کرتا ہے اور اس پر اکابرین کی طرف سے کوئی نکیر بھی نہیں ہوتا ہے اگر ان کی باتیں بھی جماعت کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی ہیں تو پھر کس صاحب کی باتیں جماعت کی باتیں قرار پائیں گی۔ علماء کے انہیں تسامحات اور دور دراز کارناموں نے جماعت کے چھوٹوں بڑوں کو قرآن و حدیث کے ساتھ کھینے کا یاد دیا ہے۔ ”فالی المشتکی“

### جہاد کے خلاف کھلی محاذ آرائی

#### اور قرآن و حدیث میں تحریفات کی جرأت

ایک طویل عرصے تک تو جہاد سے محض لاطلفی برتنے پر اکتفا کیا جاتا رہا لیکن اب ماشاء اللہ جہاد کے خلاف کھلی محاذ آرائی شروع ہوئی ہے اور تبلیغ کے بڑے بڑے صوبائی اور ملکی اجتماعات میں جہادیوں پر طنز و تعریض کے تیر اور گولیاں برسائی جا رہی ہیں تبلیغی سلسلے کا یہ کمال بہر حال مسلم ہے کہ بڑوں کی ہر بات چھوٹوں کے لیے پتھر کی لکیر اور حرف آخر ہوا کرتی ہے اور ان کے علاوہ جماعت کے باہر بہت بڑے بڑے علماء کی بات کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا یہ

بھی اسی حلقے کی سحر انگیزی ہے کہ اس حلقے کا کوئی فرد کسی دوسرے حلقے میں جا ہے وہ قرآن و حدیث کا حلقہ کیوں نہ ہو اس میں شرکت سے بہت دور رہتا ہے چونکہ اس بات پر الگ عنوان کے تحت کسی قدر تفصیلات آگے آ رہے ہیں اس لیے سر دست اس کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔

غالباً ۱۹۹۲ء کے کچھ آگے پیچھے کے زمانے میں میں چکوال کے مدرسہ حنفیہ میں مدرس تھا اس مدرسے کے بانی اور مؤسس نقشبندی سلسلے کے مشہور خلفیہ مجاز حافظ غلام حبیب مرحوم تھے کسی دن ایک تبلیغی جماعت مدرسے میں آئی اس میں ایک دو افراد میرے شناسا نکلے میرا ارادہ ہوا کہ ان کی دعوت کر لوں میں نے اپنا ارادہ اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث سے ظاہر کیا انہوں نے فرمایا کہ اس جماعت کے کئی افراد کے ساتھ تو میری بھی شناسائی ہے بہر حال اس پر اتفاق ہوا کہ پوری جماعت کی دعوت کی جائے چنانچہ غالباً جمعرات کی عصر کو دعوت ہونی قرار پائی دوران دعوت ایک تبلیغی دوست نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے بڑے شدد و مد کے ساتھ اپنی تبلیغی سرگرمیوں اور بالخصوص بیرونی ممالک میں اس کے اثرات پر تقریر فرمائی اور پھر ہمیں دعوت دی کہ کل جمعہ بعد العصر کو فلاں مسجد میں ہمارا جوڑ ہے آپ بمعہ طلباء کے اس میں شریک ہوں ہم نے ازراہ مزوت ہاں کر دیا اور کل مقررہ وقت پر ہم دونوں بمعہ کچھ طلباء کے وہاں حاضر ہوئے رادالپنڈی کے ایک مشہور تبلیغی عالم (جواب وفات پا چکے ہیں) بیان فرما رہے تھے انہوں نے جہاد کے بارے میں دارِ یہ مشہور حدیث ذکر کی:

﴿اذا تابعتهم بالعينه واخذتم اذناب البقر ورضيتم بالزرع﴾

وتركتم الجهاد سلف الله عليكم ذلا لا ينزع حتى ترجعوا الى دينكم. ﴿

جب تم بیچ عینہ کرتے لگو کے اور بیلوں کے ڈم پکڑ لو گے (کنایہ ہے کہ حق پاڑی کے کاموں میں مشغول ہونے سے) اور کاشتکاری کو پسند کرنے لگو گے اور جہاد کو ترک کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسی ذلت مسلط کر دینگے جس کو اس وقت تک نہیں اٹھا سکتے جب تک تم دوبارہ دین کی طرف واپسی نہ کر لو۔

اس حدیث کے آخری جملے کا واضح مطلب یہ ہے کہ جہاد سے اعراض اور پہلو تہی پورے دین سے اعراض اور پہلو تہی کے مترادف ہے۔ اور پھر مولوی صاحب نے بلا دھڑک ”ترکتم الجہاد“ کا یہ ترجمہ کیا کہ جب یہ بسترے اٹھانا چھوڑ دو گے۔ مجھے ان کی اس حرکت سے سخت اذیت اور کوفت ہوئی کہ خدا کے بندے یہ جملہ تو اپنے شان نزول کے اعتبار سے یقینی طور پر جہاد بمعنی قتال کے سلسلے میں وارد ہے تم نے اس کے حقیقی معنی کا ذکر تک نہیں کیا اور سیدھے بسترے پر نٹ کیا میں حلقے سے اٹھا اور باہر مسجد میں کھڑا ہو گیا میرے طلبہ بھی اٹھے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ کیا ہوا طبیعت تو خراب نہیں ہوئی میں نے ان سے وجہ بیان کئے بغیر کہا کہ شیخ الحدیث صاحب سے کہیں کہ چلتے ہیں شیخ الحدیث صاحب تشریف لائے ان سے عرض کیا کہ ایسی صریح تحریف کے مجلس میں مزید بیٹھنا گناہ محسوس ہوتا ہے کئی تبلیغی دوست اٹھ کر آگئے ہم نے ان سے جانے کی رخصت چاہی انہوں نے کہا کہ آپ نے تو ہمارے ساتھ کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا میں نے کہا کہ کل ہفتے کے اسباق پڑھانے کے لیے مطالعہ کرینگے لہذا مغرب کی نماز تک

اپنے مدرسہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے ہم ان سے رخصت ہوئے۔

۱۹۹۵ء کے دوران میں درس و تدریس کے سلسلے میں جامعہ ادا العلوم پشاور منتقل ہوا پوری طرح یاد نہیں کہ میری آمد کے دوسرے یا تیسرے سال مولانا طارق جمیل صاحب کی پشاور میں بیان کے سلسلے میں آمد کا بہت غلغلہ تھا مقررہ دن پر ہر خاص و عام اس کا بیان سننے کے لیے رواں دواں تھا خواہش کے باوجود میں اس بیان میں شریک نہیں ہوسکا لیکن کل طلباء کی زبانی اور کسی کے ٹائپ ریکارڈ سے اس کا پورا بیان سننے پر معلوم ہوا کہ اس پورے بیان و تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ دین جہاد سے نہیں بلکہ دعوت سے آیا ہے۔ مولوی صاحب کی اس نوعیت تقریر پر سخت افسوس ہوا۔ خدا کے بندے! دعوت از خود ایک بہت بڑا عمل ہے اور جہاد از خود اسلام کا ذرہٴ سنم ہے تمہیں اس تقابل کی کیا پڑی تھی کیا یہ جہاد کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش نہیں یہ پہلا موقع تھا جبکہ میں نے طارق جمیل صاحب کا نام سنا اور جہاد کے بارے میں ان کے خیالات کا اندازہ ہوا اس کے بعد تو مسلسل خبریں آتی رہیں کہ موصوف اس سلسلے میں کیا کیا گل افشائیاں فرما رہے ہیں ان کے اور چند دوسرے تبلیغی بزرگوں کے بیانات کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

- 1۔ اسلام کے نام پر انتہا پسندی قابل مذمت ہے اسلحہ کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جاسکتی۔ (تبلیغی اجتماع اسلام آباد ۲۰۰۹ء)
- 2۔ مسلمانوں کو طاقت کے ذریعے اپنا عقیدہ نافذ کرنے کی بجائے اسرائیل سمیت پوری دنیا میں امن بھائی چارے کی تبلیغ کرنی چاہئے۔ (مولانا احمد، مولانا جمشید)
- 3۔ اسلام آباد (نیٹ ورک) تبلیغی جماعت کے رہنماؤں نے اسلحہ کے

زور پر شریعت کے نفاذ، مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کو مسترد کر دیا ہے تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب نے اسلام آباد میں تین روزہ تبلیغی اجتماع کے اختتامی روز خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلحے کے زور پر شریعت نافذ نہیں کی جاسکتی اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء کے تحفظ اور ان کے مذہب کو نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیجتا حاجی عبدالوہاب صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ نے کبھی طاقت استعمال نہیں کی بلکہ پُر امن طریقوں سے اللہ کے نام کو پھیلایا انہوں نے اسلام کے نام پر انتہا پسندی اور عسکریت پسندی کی بھی مذمت کی تبلیغی جماعت کے رہنما مولانا جمشید مولانا محمد احمد اور مولانا فہیم نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اس لیے مسلمانوں کو طاقت کے ذریعے اپنا عقیدہ نافذ کرنے کے بجائے اسرائیل سمیت پوری دنیا میں امن، بھائی چارے اور رواداری کی تبلیغ کرنی چاہئے مولانا محمد احمد کا کہنا تھا کہ وہ لوگ نادان ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ طاقت کے زور پر شریعت نافذ کی جاسکتی ہے۔ (روزنامہ آواز لاہور بدھ ۲۹/اپریل ۲۰۰۹)

یہ اور اس قسم کے دیگر عجیب و غریب بیانات فلسطین میں اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی مقاومت، افغانستان میں طالبان کی طرف سے تعزیری سزاؤں اور پاکستان میں حکومت کی کفر نوازیوں کے رد عمل کے پس منظر میں دیئے جاتے رہے اس کے علاوہ نجی مجالس میں عام تبلیغی دوست جہاد کے خلاف زہرا گلتے رہے اور بعض بعض تو یہ ملایہ کہتے رہے کہ جہاد سے کافر دلوں کو قتل کر کے جہنم رسید کرنا بہتر ہے یا دعوت سے مسلمان بنا کر جنت پہنچانا بہتر ہے کیا اس قسم کی

باتوں سے واضح طور پر یہ تاثر نہیں اُبھرتا کہ یہ لوگ کسی مخصوص عملی جہاد کے نہیں بلکہ نفس جہاد کے منکر ہیں چنانچہ مولوی طارق جمیل صاحب یا ان کے دوسرے بزرگوں کا یہ کہنا کس قدر قرین حقیقت ہے۔

الجہاد الجہاد۔ کوئی جہاد کا منکر ہو سکتا ہے کوئی قرآن کا منکر ہو کر کہاں جایگا جہاد کا انکار تو قرآن کا انکار ہے قرآن کا انکار عین کفر ہے۔

اور اگر نفس جہاد کا انکار نہیں بلکہ فلسطین افغانستان وغیرہ کے جہادوں کا انکار ہے تو بتلایا جائے کہ ان دونوں جگہوں پر تو فقط دفاعی جہاد ہو رہا ہے افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے کتنے دورے آکر اودھم مچایا ہوا ہے وہ مسلمانوں کے ملک اور ان کے وسائل پر قبضے کر رہے ہیں ان کے کلچر اور پورے تہذیب و ثقافت کے مٹانے کے درپے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ بھی جہاد شرعی جہاد نہیں تو دنیا میں کونسا جہاد شرعی جہاد ہوگا کیا یہ رویہ بعینہ مدینہ منورہ کے ان منافقین کے رویے سے کچھ بھی مختلف ہے جنہوں نے غزوہ احد کے موقع پر یہ کہتے ہوئے ﴿لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعَانَا﴾ کہ اگر ہم اسے صحیح قرار دیتے تو ضرور آپ کے ساتھ شریک ہوتے، مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور جن کے اس عمل سے کئی دوسرے قبائل کے دلوں میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس قول کو کس قدر تضحیح اور مذمت کے انداز میں پیش کیا ہے۔

ایک دفعہ ہماری مسجد میں کسی طالب علم نے عشاء کے بعد فضائل اعمال میں سے کوئی واقعہ پڑھا اور پھر اس پر مزید گفتگو کے سلسلے میں جہاد افغانستان کا ذکر کیا جس سے سارے تبلیغی شرکاء بہت بد مزہ ہوئے ایک دوست نے جوجھے خاصے تعلیم

یافتہ بھی ہیں تو اس طالب علم کو بہت کوسا اور اسی مجلس میں لڑنے بھڑنے پر تیار ہوا۔  
الغرض تبلیغ کے اصاغروا کا بدعوت کے حق میں افراط اور جہاد کے حق میں جس ناروا تقریط اور تفسیر کے روش پر گامزن ہیں اس کی کوئی بھی مستقل توجیہ نہیں کی جاسکتی اور خدا معلوم ان کی طرف سے آگے جا کر شرعی حدود سے تجاوز اور تعدی کی اور کیا کیا صورتیں ظہور میں آئیں گی۔

دعوت کی اہمیت جتلانے کے لیے یہ لوگ قرآن وحدیث کے ان تمام نصوص میں جو واضح طور پر جہاد بمعنی قتال کے معنی میں وارو ہوتے ہیں بدترین تحریف کر کے مروجہ طریقہ تبلیغ پر فٹ کرتے ہیں اور کفار کے ساتھ قتال کا نام تک نہیں لیتے ابھی ہی گذشتہ تازہ شعبان ورمضان ۱۴۳۲ھ میں میں اپنی مسجد میں دورہ تفسیر پڑھاتا تھا اس میں کئی ایک علماء بھی شریک ہوتے تھے جن سے تبلیغ دوستوں کی عجیب عجیب باتیں سننے میں آئیں منجملہ ایک بات ان میں سے یہ تھی کہ میں نے ان علماء سے پوچھا کہ یہ تبلیغی دوست جو جہاد کا انکار کرتے ہیں تو وہ اس آیت کا کیا معنی کر چکے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ

لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾

یہ شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کے جان و مال جنت کے عوض میں خریدے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں خود بھی قتل ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی قتل کرتے ہیں۔

تو ایک ساتھی نے بتلایا کہ وہ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ خود کھپتے ہیں اور

دوسروں کو کھپاتے ہیں۔

واللہ سر پکڑ کر رہ گیا کہ لفظ قتال سے الرجی کی بدولت یہ لوگ قرآن وحدیث کے ساتھ کس تعلق سے پیش آتے ہیں عام طور پر تبلیغی بزرگوں کا انداز یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی مولوی صاحب کسی وعظ و تقریر میں جہاد کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں تو وہ بڑی بیزاری کے انداز میں کروٹ بدل بدل کر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بنے نہیں ہیں مولوی صاحب بنے نہیں ہیں اور ان کے ہاں بننے کا معیار یہ ہے کہ جہاد کا نام بھولے سے بھی زبان پر نہ آنے دے۔

آج سے کئی سال پہلے میں دانش آباد پشاور میں عشاء کی نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر سونے لگا تھا کہ میرے بیٹے طاہر محمود نے آکر بتلایا کہ باہر دو مولوی صاحبان آئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں مجھے عشاء کے بعد جلد ہی سونے کی عادت ہے لیکن مولوی صاحب کا نام سن کر ازراہ مروت ان کو اندر بلایا انہوں نے بتلایا کہ ہم تہ کمال کے کسی مسجد اور مدرسے سے متعلق ہیں وہاں دو جہادی ساتھی آئے انہوں نے جہاد کے موضوع پر تقریر اور چندہ کیا وہاں کے تبلیغی دوست اس پر اس قدر سنج پا ہوئے کہ ہمیں محض اس لئے بدر سے اور مسجد سے فارغ کر دیا کہ تم نے ان جہادیوں کو ایسا کیوں کرنے دیا۔

انگریزی سامراج نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا تصور محو کرنے کے لئے ایک جھٹی نبوت تیار کی اور اسی کے ذریعے جہاد کی منسوخی کی مہم چلائی ہمارے اکابر بالخصوص دیوبندی علماء نے ہر کام چھوڑ کر اس کا بھرپور تعاقب کیا اور خدا کے فضل و کرم سے امت پر اس کے منفی اثرات نہیں پڑنے دیئے معلوم

نہیں اب کیا مانع ہے کہ ہزاروں لاکھوں لوگ تقدس کے روپ میں جہاد کے خلاف محاذ آرائی پر تلے ہوئے ہیں لیکن کہیں کہیں بے آواز مخالفت کے سوا عملاً ان کا راستہ روکنے کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مساعی بھی نظر نہیں آرہی ہیں کیا اس کی وجہ ہے کہ وہ بڑے پیانے پر فضائل اعمال اور مستحبات کی تبلیغ کر رہے ہیں اور پھر کیا جہاد جیسے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت فرض کی اہمیت گھٹا کر اور اس کے خلاف فضا بنا کر مستحبات کی ترویج و تشریق سے اس کا ازالہ اور تدارک ہو سکتا ہے۔ یا اس کی وجہ محض علماء کا روایتی انتشار و افتراق ہے جس نے بہت بڑے بڑے قومی اور دینی مسائل میں بھی اُن کے مؤثر کردار کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔

جہاد سے بیر کی بدولت قرآنی وحدشی مجالس درس سے دوری اور اجتناب

### اور ان دونوں کی موقوفی کی شعوری کوششیں

تبلیغی دوستوں کی قرآنی وحدشی مجالس سے دوری و اجتناب تو عرصے سے محسوس و مشاہد تھے لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ محض اتفاق نہیں بلکہ ان کی سوچیں کبھی پالیسی کے تحت ہے جیسے کہ پہلے بات گزری ہے کہ مہاجر آباد لاہور میں میں تبلیغی دوستوں کے اہتمام ہی میں درس قرآن دیا کرتا تھا لیکن روسی جہاد کا آغاز ہوتے ہی دوستوں کی نیت اور رویے میں فرق آنا شروع ہوا اولاً تو فقط قرآنی حلقوں سے دور دور رہنے لگے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ قرآنی، وحدشی، فقہی کسی بھی مجلس میں ان کی شرکت امر محال ہے۔ فضائل اعمال کے علاوہ دنیا کی کوئی مذہبی کتاب بشمول قرآن حکیم ان

کے نزدیک قابل توجہ نہیں کوئی تبلیغی جماعت کہیں بھی نازل ہوا اولاً تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہاں کے منبر و محراب پر ایسے قبضہ کیا جائے کہ ان کے سہ روزہ کے آخر تک یہاں اور کوئی عمل نہ ہونے پائے اور اگر شومئی قسمت سے وہاں کا امام و خطیب اس قدر سخت جان ہو کہ عام طور پر مقامی جماعت کی انتظامی کارروائیوں سے بالکل خوفزدہ ہونے والا نہ ہو تو جمعہ کے وعظ اور درس قرآن وحدیث کے فوراً بعد ان کا کوئی فرد فوراً اعلان کرے گا کہ دوستو! تشریف رکھیں ابھی دین کی باتیں ہوگی اور سابقہ بیانات کو پرکاش کی حیثیت دینے پر آمادہ نہیں ہونگے جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا ہے میں ایک مدت تک ان کی طرف سے توجیہات کرتے کرتے تھک گیا اور بالآخر جو اصل بات سامنے آگئی وہ یہ تھی کہ قرآن وحدیث سے جہاد کا مضمون تو کھرچا جائیں سکتا اور اس کے ہوتے ہوئے وہ قرآن کے سننے اور سنانے کے لیے کسی طور پر آمادہ نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ کی پناہ! یہ کیا غضب ہے کہ قرآن کی بیروی کی بجائے قرآن کو اپنا بیرو بنانے کی کوشش کی جائے ایسی ہی صورت حال میں قرآن نے پیغمبر ﷺ کا یہ شکوہ نہیں نقل کیا ہے؟

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾  
اسنے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا اہل علم کے لئے سخت لمحہ فکریہ ہے کہ ایک عالمی جماعت کہ جس کے اولین داعی قرآن وحدیث کے عین مطابق امت کی اصلاح و تعمیر کے لئے مثالی للہیت اور جوش سے اُٹھے تھے اور جس میں علماء و طلباء کی ایک کثیر تعداد بھی شامل ہے کس طرح سے ایسی کافرانہ تبدیلی سے دوچار ہوئی کہ جہاد جیسے قطعی منصوص حکم سے نہ صرف اپنا دامن

مشرور ہی ہے بلکہ جہاد ہی کی وجہ سے قرآن کو پوری اہمیت سے دیں نکالا دینے کی سرگرمیوں میں مصروف ہے کیا واقعی یہ اسلام کی خدمت ہے یا کفر کی۔

امریکہ کی بھی تو یہی خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کا پڑھنا پڑھانا موقوف ہو اس کیلئے اس کی حکومت کا پاکستان سے پر زور مطالبہ ہے کہ سورۃ انفال اور توبہ کو نصاب سے خارج کیا جائے وہ تو صرف انہیں دوسورتوں کے اخراج پر قانع ہو جائیں گے لیکن جماعت پورے قرآن کو اہمیت سے خارج کرنے کے مشن پر لگی ہوئی ہے قادیانیوں کو تو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے یہاں تحریک چلی تا معلوم ان دوستوں سے منٹنے کے لئے کیا کچھ اور کیسے کرنا ہوگا۔

ایک دوست نے کہا کہ آپ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں تبلیغ کی وجہ سے تو بہت سے لوگ دینی علم کے حصول کے لئے نکل گئے وہ تو قرآن وحدیث پڑھانے کے لئے مدرسے بناتے ہیں لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ایسا ہی ہے لیکن جماعت کی بھرپور کوشش یہی ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو جو ان سے کسی قسم کی وابستگی رکھتے ہیں ان کو قرآن وحدیث کے عام مدرسوں میں نہ جانے دیا جائے بلکہ انہیں ان مدرسوں میں بھیجا جائے جو خود انہوں نے بنائے ہیں یا ان کے زیر اثر ہیں تاکہ قرآن وحدیث کو اس خاص مفہوم اور لب ولہجہ سے ان کے اندر داخل کیا جائے جو تبلیغی دوست چاہتے ہیں یعنی جہادی مضامین کو یا تو منسوخ قرار دیا جائے یا اس کی کوئی بے ضروری توجیہ کی جائے۔

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ دورۂ آدم خیل سے ایک دوست اسی رمضان کے عشرہ اخیر میں میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم نے دورۂ تفسیر کے

اختتام پر آخری تین سورتیں چھوڑی ہیں برائے کرم آپ ہمارے ساتھ ان سورتوں کا درس دینے کے لئے چلے جائیں میں نے حامی بھر لی اور ان کے ساتھ چل کر اختتامی تقریب میں ان سورتوں کا درس دیا۔ ایک دو روز کے بعد اسی دورۂ آدم خیل سے چند اور ساتھی تشریف لائے انہوں نے بھی ان کے دورۂ تفسیر کے اختتامی تقریب میں مجھ سے درس دینے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ میں ان کے ساتھ بھی چلا گیا لوگ کافی تعداد میں جمع تھے لیکن مسجد بہت چھوٹی تھی میں نے دورۂ تفسیر پڑھانے والے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ تمہیں دورۂ تفسیر پڑھانے کے لئے کوئی بڑی سی مسجد نہ مل سکی کہ اس تنگ و تاریک مسجد میں بیٹھے انہوں نے کچھ فاصلے پر واقع بالکل ہی سامنے میناروں والی ایک مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اس مسجد میں یہ دورۂ تفسیر شروع کرایا تھا اس مسجد کے متولی ایک تبلیغی بزرگ ہیں وہ ان دنوں رائے وٹڈ میں شروع جوڑ پر تشریف لے گئے تھے واپسی پر جب اُسے معلوم ہوا کہ ان کی زیر تولیت مسجد میں ترجمہ و تفسیر قرآن کا دورہ ہو رہا ہے تو ان کو دورے آنے شروع ہو گئے اور پھر آ کر شور مچانے لگا کہ میں اپنی مسجد میں فتنہ برپا ہونے نہیں دوں گا لوگ جمع ہو گئے اور اچھا خاصا ہنگامہ ہونے کا خدشہ پیدا ہوا اس مسجد کے متولی جس میں ہم نے ابھی یہ دورۂ ختم کیا ہے کسی کام سے وہاں آئے تھے یہ شور و غوغا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کسی نے بتلایا کہ متولی صاحب اپنی مسجد میں دورۂ تفسیر پڑھانے نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ فتنہ و فساد میں اپنی مسجد میں ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ اس پر اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی اس مسجد میں لا بٹھایا کہ اب یہ فتنہ و فساد میری اس مسجد میں کر دو۔



ہمارے دانش آباد کے آس پاس کے ملحقہ علاقوں سے وقفہ وقفہ سے یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ وہاں کے تبلیغی دوست وہاں کے مساجد میں دروس قرآن کی اجازت نہیں دیتے اور جہاں شروع ہیں اور ان کا پس چلتا ہے تو اُسے بند کرتے ہیں ہر جگہ کے اماموں کو یہ عام شکایت ہے کہ تبلیغی دوست ان کو فضائل اعمال سنانے اور سننے پر مجبور کرتے ہیں جو کوئی مولوی ان کے ساتھ شرکت اور سہ روزے چلنے وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتا تو ممکن حد تک اس کو مسجد سے قاصر کرنے کے لئے سازشیں کرتے رہتے ہیں چونکہ میں خود جہاد کا بالخصوص اس دور میں سختی سے قائل ہوں لہذا اپنے بیان جمعہ اور محافل درس قرآن وحدیث میں اس کی طرف بالاہتمام دعوت دیتا رہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ میرے محلے کے تبلیغی دوست مجھ سے سخت ٹالاں ہیں اور اب تک مسجد سے نکالنے کے لئے جتنی کوششیں ہوئی ہیں تبلیغی دوست نہ صرف ان میں شریک بلکہ سرپرستی کرتے رہے ہیں اکثر تبلیغی دوست تو میری وجہ سے مسجد کی خدمات، اخراجات میں ذرہ برابر حصہ نہیں لیتے حالانکہ وہ اس محلے کے متحمل لوگ ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی اشاروں کنایوں سے منع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ تبلیغی جماعت ہے جس کے آئنا کار میں یہ اصول طے تھا کہ کوئی بھی جماعت کسی بھی مسجد میں چلی جائے ممکن ہو تو تحفے تحائف لے کر ورنہ ویسے ہی بڑے احترام و محبت سے اولاً اس مسجد کے امام و خطیب سے ملاقات کرے اس کی دعائیں لیں لیکن اس کو اپنے اس مخصوص تبلیغی کام میں شرکت کی دعوت ہرگز نہ دیں کیونکہ وہ تم سے زیادہ اہم خدمت دین کے کام میں مشغول ہیں ”بین نقاد راہ از کجا است تا کجا“۔

جب سے میں اس مسجد میں آیا ہوں میرا معمول ہے کہ ہر اتوار کو بعد العصر درس قرآن اور جمعہ کو بعد العصر درس حدیث دیا کرتا ہوں۔ اتوار کو کاروباری تبلیغی حضرات کا ناغہ ہوتا ہے لیکن اس دن جو نئی عصر کی نماز باجماعت ہو جاتی ہے یہ لوگ بڑی پھرتی سے مسجد سے نکل جاتے ہیں اور یہی حال جمعہ کو بھی ہوتا ہے لیکن بد کے دن جبکہ ان کا مقامی گشت اور بعد میں مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوتا ہے بڑے اہتمام سے اپنی دنیاوی مصروفیات موقوف کر کے عصر کی جماعت سے کافی پہلے مسجد میں حلقہ بنا لیتے ہیں ان کے اس معمول سے ہماری مسجد میں تفریق بین المؤمنین کا نہایت قبیح منظر نامہ سامنے آتا رہتا ہے۔

میں عام طور پر اپنی مسجد میں دس شعبان سے دورہ تفسیر پڑھانا شروع کر دیتا ہوں جو عام طور پر اٹھائیس رمضان پر ختم ہو جاتا ہے اس دوران جتنی بھی تبلیغی جماعتیں ہماری مسجد میں آتی ہیں صبح دورہ تفسیر شروع ہوتے ہی وہ مسجد کے اوپر والی منزل میں چلی جاتی ہیں اور اُس وقت تک نیچے نہیں آتی ہیں جب تک دن کا سبق ختم نہ ہو مجھے اس پر حیرت تھی کہ عام طور پر دیندار قسم کے لوگ اور بالخصوص نوجوان اور وہ بھی کالجوں اور یونیورسٹیوں سے وابستہ افراد دینی مجالس میں مسئلے مسائل اور دینی باتیں سننے کے شوقین ہوتے ہیں اور جہاں موقع اور فرصت پاتے ہیں استفادے سے دریغ نہیں کرتے اب یہ کیا معاملہ ہے کہ دس بارہ آدمیوں کی جماعت میں کوئی ایک بھی درس قرآن کی مجلس میں تھوڑی دیر کے لئے بھی شریک نہیں ہوتا۔ بالآخر یہ راز اس طرح کھلا کہ رمضان کے آخری عشرے میں ایک جماعت آئی ان کا رویہ بھی ایسا ہی تھا میرے ایک نوجوان

محکمہ ساتھی اشفاق صاحب نے بعد النظر جبکہ تبلیغی دوست مسجد میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ان سے پوچھ ہی لیا کہ بھائیو! یہ کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ دین سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلے ہیں اور یہاں دورہ تفسیر میں آپ کا کوئی ساتھی ایک لمحے کے لئے بھی بیٹھنے کی زحمت نہیں اٹھاتا ایک تبلیغی دوست نے بے تکلف فرمایا کہ ہمارے بزرگ اس کو پسند نہیں کرتے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر تبلیغی حلقوں میں یہ بات بطور اصول موضوعہ متعارف نہ ہوتی تو تبلیغی جماعت کے کسی فرد سے بھی سننے میں ہرگز نہ آتی کچھ لوگ تبلیغی دوستوں کی ان جیسی من مانیوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ عام لوگ ہیں بے احتیاطی سے کوئی بات کہہ دیتے ہیں بزرگ ایسے نہیں ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر بزرگوں میں اس قسم کا رجحان نہ ہوتا تو عام تبلیغی دوستوں میں اس کا ظہور کبھی نہ ہوتا کارکنوں کے اعمال و اقوال میں انہیں کے لیڈروں اور مقتداؤں کے مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ ۱۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اب قرآنی وحدشی مجالس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی مثال بڑے گوشت کی ہے اور فضائل اعمال کی مثال چھوٹے گوشت کی ہے جس کا مطلب میں نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ چھوٹا گوشت زود ہضم ہے اور بڑا گوشت بطبیعی لہضم ہے اس مثال سے وہ یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ عوام الناس کے لئے قرآنی وحدشی تعلیمات ایسی بات میں نے اعجاز سے لکھی تھی لیکن بعد میں اس کا ثبوت یوں فراہم ہوا کہ مولانا مفتی محمد عینی صاحب نے اپنی کتاب ”تکملة الحادی الی سواہ السبیل“ میں نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر رائیوٹ کے سب سے بڑے بزرگ عبدالوہاب صاحب نے مولانا احمد علی لاہوری کے نواسے حبیب اللہ صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ ”تمہارے دادا جان کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ عام لوگوں کو درس قرآن دیا کرتے تھے۔“

مناسب نہیں بس ان کو فضائل اعمال کی کتاب سنائی جائے۔

تبلیغی جماعت آج کی سب سے بڑی جماعت ہے اور اس میں عامۃ الناس کی بہت بڑی تعداد موجود ہے علاوہ ازیں ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے ان سب کو اس بہانے سے قرآن سے محروم اور بے تعلق رکھنا کیا قرآن کو اُمت سے اور اُمت کو قرآن سے منقطع کرنے کی سازش تو نہیں۔

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے تو پوری اُمت کو قرآن سنایا اور نہ وہ راست اسی کی تعلیم و تعلم پر زور دیا اور اب کہا جا رہا ہے کہ قرآن کی مثال بڑے گوشت کی سی ہے لہذا عوام میں اس کی تعلیم و تعلم کو موقوف کیا جائے یہی تو آج کے کافر فرد کی ولی خواہش اور آرزو ہے کہ اُمت مسلمہ قرآن سے منقطع ہو اور تبلیغی جماعت بہت بڑے پیمانے پر یہی کچھ کر رہی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ اب بھی بعض علماء کو اس مسئلے کی سنگینی کا کما حقہ ادراک نہیں ہے اور وہ ان کی وکالت سے باز نہیں آتے۔ تبلیغی دوستوں کی اس تمثیل پر مجھے امام غزالیؒ کی کتاب ”العوام عن علم الکلام“ کی ایک بات یاد آئی امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مناطقہ اور فلاسفہ کے دلائل کی مثال دوا کی ہے اور قرآن وحدشی تعلیمات و دلائل کی مثال غذا کی ہے دوا تو بیماروں کو دی جاتی ہے صحت مند کو دوائی کی کیا ضرورت بلکہ وہ تو اس کے لئے مضر ہے اور غذا ہر کسی کو دی جاتی ہے آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ بلکہ مناطقہ اور فلاسفہ کے دلائل کی مثال غذا کی ہے اور قرآن وحدشی و لائل کی مثال دودھ پانی کی ہے غذا بڑوں کو دی جاتی ہے چھوٹوں کو دو گے تو آنتیں پھٹ جائیں گی اور دودھ پانی بچوں بڑوں سب کو دی جاتی ہے اور سب کے لئے یکساں مفید

ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا نبی علیہ السلام نے یہی قرآن عرب کے بدوں کو سنایا اور اسی کی برکت سے وہ رہنمایاں عالم بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوڑوں کے ہادی بن گئے

واللہ بار بار حیرت ہوتی ہے کہ یہ تبلیغی جماعت کس راستے پر چل پڑی اور اب یہ کس عظیم فتنے کا سبب بن رہی ہے۔ فالی اللہ المشتکی

مکتوبہ شریف جس سحر ت جابر علیہ السلام کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ توراۃ کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا نبی علیہ السلام نے سکوت فرمایا پس عمر فاروق اس کو پڑھنے لگے اور نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر ناگواری کے آثار رونما ہونے لگے تو ابو بکر صدیق ؓ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تجھ پر رونے والیاں روئیں کیا تم نبی علیہ السلام کے چہرہ انور پر ناگواری کے اثرات نہیں دیکھتا۔ عمر فاروق ؓ نے نگاہ اٹھائی اور نبی علیہ السلام کا بدلا ہوا چہرہ دیکھا تو کہا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے میں اللہ پر بحیثیت رب اور اسلام پر بحیثیت دین اور محمد ﷺ پر بحیثیت نبی راضی ہوں نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری علیہ السلام بھی تشریف لائے اور تم لوگوں نے اس کی پیروی کی اور مجھے چھوڑ دیا تو تم سیدھے راستے سے ہٹک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری اتباع کرتے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے نزول اور نبی علیہ السلام کی

بعثت کے بعد نجات انہیں سے متعلق ہے ان کو چھوڑ کر دوسری کوئی کتاب ان کا بدل ہرگز نہیں ہو سکتی اکابرین اور صلحائے امت کا چودہ سو سالہ تعامل اس بات پر شاہد عدل ہے کہ امت کی فلاح قرآن سے وابستہ ہے اور اسی کی تعلیم و تعلم اور برکت سے اس کی زندگی کا تسلسل قائم ہے اللہ تعالیٰ اقبال مرحوم کو امت کی جانب سے اربوں کھربوں اُجور عطا فرماوے اس نکتے کو کیا خوب بیان کیا ہے:

خوار از مہجورئی قرآن شدی شکوہ سنج گردش دوران شدی  
امی چون شبنم بر زمین افتندہ در بغل داری کتاب زندہ

اکابرین دیوبند میں جو مرتبہ و مقام حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کو حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ایک مدت تک مالٹا میں انگریزوں کے اسیر اور قیدی رہے رہائی کے بعد ہندوستان پہنچے تو فرمایا کہ جیل کی تنہائیوں میں سوچتا رہا کہ ملت اسلامیہ انتہائی عروج سے اس اوبار اور شکست کی طرف کس طرح منتقل ہوئی میرے ذہن میں اس کے دو سبب آئے۔ ایک ترکیب قرآن اور نمبر ۲ باہمی اختلافات۔

سوشل و ہیں سے یہ عزم کر کے آیا ہوں کہ قریہ قریہ، گلی گلی اور مسجد و بازار میں ہر جگہ درس قرآنی کا اہتمام کروں۔ کس قدر افسوس اور دینی خطرے کی بات ہے کہ ہمارے اکابر تو قرآن کی نشر و اشاعت کے لئے اس کے مجالس درس کو ہر جگہ آباد کرنے کا عزم و ارادہ رکھتے ہوں اور مولانا الیاس و مولانا زکریا کے نام لیوا قرآن کو عوام کے لئے نقصان دہ باور کراتے پھرتے ہوں۔ اور صحیح یا غلط میرا پختہ تجزیہ ہے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ قرآن میں جہاد و قتال کا اس حد تک ذکر

اور ترغیب ہے کہ اس کو کسی معقول توجیہ سے چھپایا اور بے اثر نہیں کیا جاسکتا اور تبلیغی دوستوں کے دل میں جہاد و قتال سے نفرت ”وَأَشْرَبُوا لِي قُلُوبَهُم الْعَجَل“ کے سے انداز میں بٹھائی گئی ہے سواس کا علاج بھی سوچ لیا گیا ہے کہ سرے سے قرآن ہی اُمت کے حلقوں سے نکالوتا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

دعوت کے سلسلے میں افراط اور اس کی اہمیت جتانے کے لئے تذکرہ بالا دورہ تفسیر میں ایک مولوی صاحب مشتاق نامی افغانی نے کسی تبلیغی ساتھی کی یہ گل افشائیاں بھی نقل کیں۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ دعوت چھوڑ کر کوہ طور پر چلے گئے جس کے نتیجے میں پانچ لاکھ آدمی ہزار لوگ گمراہ ہوئے۔

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تین دن تک دعوت کا کام چھوڑ کر نبی علیہ السلام کی تکفین و تدفین میں مشغول ہو گئے تو ایک چوتھائی اُمت گمراہ ہو گئی (غالباً مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی طرف اشارہ ہے)

اب بتلاؤ کہ پہلے دعوے میں حضرت موسیٰؑ پر ترک دعوت کا کس بھونڈے طریقے سے الزام ہے اور پھر طُور پر جانا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا تو گویا یہ الزام اللہ تعالیٰ پر بھی پڑا۔

دوسرے واقعے میں پوری جماعت صحابہ کرام کے خلفائے راشدین ترک دعوت کی طزم ٹھہری۔

ایک موقع پر کسی کی زبانی سنا کہ طارق جمیل صاحب کا ارشاد ہے کہ ہمارے لئے دور نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اور دور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین میں کوئی نمونہ نہیں ہمیں بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا پڑے گا یہ سن کر تو میں سکتے میں پڑ گیا کہ یا اللہ یہ کیا واہیات ہے یہ تو قرآنی آیت: ﴿وَلَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کے صریح خلاف ہے لیکن مجھے تردد ہوا کہ یہ مولانا کا ارشاد نہیں ہوگا کسی نے خواہ مخواہ بے پرکی اڑائی ہوگی لیکن میرے بیٹے طاہر محمود نے بتلایا کہ جس تقریر میں یہ بات کہی گئی ہے اس کے کیسٹ دستیاب ہیں میں نے انہیں یہ کیسٹ حاصل کرنے اور مجھے سنانے کا کہا چنانچہ چند دن کے بعد وہ کیسٹ لا کر مجھے سنایا لیکن حق بات یہ ہے کہ کیسٹ میں اس جملے کی ادائیگی کے آس پاس میں بڑا شور تھا چنانچہ میں صاف طور پر اس جملے کو نہ سن سکا لیکن بعد میں بہت سے لوگوں کی زبانی اور بعض دوسرے علماء کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہو گئی مجھے معلوم نہیں کہ ان جملوں سے مولانا طارق جمیل صاحب کی کیا مراد ہے لیکن اس کا ظاہری مفہوم تو نہ صرف غلط اور ایک محکم حقیقت کے خلاف ہے بلکہ کفر کی سرحدوں کو چھو رہا ہے اور اگر چہ ظن المؤمنین خیر کے تحت بدگمانی سے ممکن حد تک بچنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن طارق جمیل صاحب کی جراتوں اور بے باکیوں کے پیش نظر اس میں بھی کچھ زیادہ استبعاد نہیں کہ یہی ظاہری مفہوم ان کی مراد ہوا لیاؤ باللہ۔

مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ جہاد سے انکار کے سلسلے میں قرآن و حدیث کے نصوص کے حوالے سے تبلیغیوں پر دو سخت اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

۱۔ قرآن میں جہاد بمعنی قتال کا حکم اور ترغیب اس کثرت و وضاحت سے وارد ہے کہ اس کے انکار اور توجیہ کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ منجائش بھی باقی نہیں۔

۲۔ لاتعداد حدیثی روایات ماورنبی علیہ السلام کی عملی زندگی بالخصوص مدنی دور کے واقعات میں آئے روز کے جہادی غفلوں کے ماحول میں جہاد ایک ایسی چلتی پھرتی حقیقت دکھائی دیتی ہے جس سے چشم پوشی کسی طرح بھی ممکن نہیں غالباً ان اعتراضات سے دامن ٹھرانے کے لئے ان کے بزرگوں نے دو کام کئے اول یہ کہ جہاد کو بمعنی عام یعنی دین کی سربلندی کے لئے کوئی بھی کوشش اور جدوجہد قرار دیا۔

۳۔ نبی علیہ السلام کے غزوات سے استدلال کو بے اثر کرنے کے لئے یہی نسخہ عجیبہ ڈھنڈھ نکالا کہ نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہمارے لئے کوئی غمون نہیں تبلیغیوں کے اندر مشہور یہ جملہ ”کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں“ شاید اولاً طارق جمیل صاحب نے بولا ہے اور اس کے بعد اس کے اتباع میں دوسرے دوست بھی استعمال کرتے ہیں مجھے ان کی زبان سے یہ جملہ سن کر نبی علیہ السلام کی ایک حدیث یاد آ جاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا يَزَالُ الْجِهَادُ حُلُوًّا خَضِرًا مَا قَطَرَ الْقَطَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَبَّأَتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُولُ فِيهِ قِرَاءٌ مِنْهُمْ لَيْسَ هَذَا بِزَمَانِ جِهَادٍ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ الزَّمَانَ فَنَعِمَ زَمَانُ الْجِهَادِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوَاحِدٌ يَقُولُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾  
(شفاء الصدور بحوالہ مشارع الاشواق)

جہاد ہمیشہ کے لئے ٹھٹھا تازہ رہے گا جب تک آسمان سے بارش کا نزول

ہو اور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں قراء قسم کے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے پس جس نے اس زمانے کو پایا تو یہی جہاد کا بہترین زمانہ ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی کہے گا۔ فرمایا: ہاں جس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ایسے ہی ایک دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کی کہ جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ساری اطاعت بجالائی اس کے بعد نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا﴾  
کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ سے یہ بات سننے کے بعد بھی کوئی ہوگا جو جہاد کو ترک کرے گا اور بیٹھے گا آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہو اور اس پر غصے ہوا ہو اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہو آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جو جہاد کا عقیدہ نہیں رکھے گی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں ایک عہد و پیمان رکھا ہے کہ جس کی مخالفت ہرگز نہیں کرے گا کہ جو شخص اس سے اس حالت میں ملے کہ جس کا یہ عقیدہ (ترک جہاد) کا ہو کہ اُسے ایسا عذاب دے جو اس نے کسی کو نہ دیا ہو۔

پہلی حدیث میں قراء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ یہ عربی لفظ قاری کی جمع ہے اور اس زمانے میں فی الجملہ قاری سمجھدار اور دیندار شخص کو کہا جاتا تھا غالباً مطلب یہی ہے کہ وہ ظاہری وضع قطع سے دیندار و سمجھدار لگے گا

سویہ لفظ آج کل تبلیغیوں سے بڑھ کر کس پر چپان نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم  
**کتاب ”فضائل اعمال“ کو قرآن و حدیث کا**

### متبادل بنانے کی مساعی:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے تبلیغی نصاب کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی غالباً اسی کتاب کو بعد میں فضائل اعمال کا نام دیا گیا پہلے نام سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتاب عام طور پر تبلیغی دوستوں کے لئے درمیان سننے سناتے کے لئے اسی غرض سے مرتب کی گئی تھی کہ اکثر و بیشتر ان لوگوں کا واسطہ ناخواندہ اور ان پڑھ لوگوں سے ہوتا ہے وہ آسان زبان میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل کئی حدیثیں اور واقعات بیان کریں جن سے اعمال صالحہ کی وقعت اور ان سے دلچسپی اور توجہ پیدا ہو، گو اس میں ضعیف احادیث اور ایسے واقعات بھی ہیں جو شریعت کے ٹھیکہ اور مضبوط ضابطوں پر پور نہیں اترتے لیکن فضائل اعمال کے بیان میں اس طرح کے اصولوں کو پوری طرح منطبق کرنا وعظ و نصیحت کے دائرے کو بہت تنگ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے جانچ پرکھ کے سلسلے میں بڑے بڑے متشددین بھی عام طور پر ایسے مواقع پر کم و بیش اپنا مفروضہ معیار کسی قدر گرانے پر مجبور ہوتے ہیں اسکی ایک بہت واضح مثال ابن الجوزی ہیں جو طبقہ متشددین میں داخل بلکہ ان کے سرخیل سمجھے جاتے ہیں لیکن خود ”تلیس ابلیس“ وغیرہ وعظ و پند کی کتابوں میں ضعیف سے ضعیف تر احادیث بھی نقل کرتے رہتے ہیں۔

بہر حال حضرت شیخ کے خواب و خیال میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی ہوگی

کہ یار لوگ اس کی کتاب کو قرآن و حدیث کا متبادل سمجھنے اور پاور کرانے لگیں گے اگر ان کو اس طرز عمل کی ادنیٰ بھٹک بھی پڑی ہوتی تو وہ خود اس کتاب کو اپنے ہاتھوں جلادیتا۔ حضرت شیخ کی تقویٰ واری اور علمی مقام مرتبہ کو دیکھ کر صرف میں ہی نہیں بلکہ ہر منصف مزاج آدمی یہ قیاس کرنے میں بالکل ہی حق بجانب ہوگا لیکن کیا کیا جائے لاکھوں مسلمانوں کی اس جماعت جن میں کثیر تعداد علماء اور واقعی دینداروں کی ہے پر اصل قبضہ ان لوگوں کا ہے جو یا تو سرے سے علماء ہی نہیں ہیں اور یا تبلیغ کے مرتبہ طریق کار میں مجھے ہوئے ان علماء کا ہے جو دین کی جامعیت کے نظریے سے لاقطع صرف اسی طریقے کی برکات کو دن رات سنتے سنااتے ہیں اور دین کے اصل مزاج سے نا بلند ہیں۔

نبی علیہ السلام کا واضح ارشاد ہے کہ ”نورکت فیکم امیرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنة رسولہ“ کیا واقعی حضرت شیخ اس حدیث سے بے خبر رہے یا اس کے باوجود اسلئے کتاب لکھی کہ امت اس کے بہانے سے پورے قرآن و حدیث کو متروک و محجور کرے حضرت شیخ کی جلالیت و قدر اور علمی مقام و مرتبہ سے آگاہ کوئی شخص بھی ان دونوں باتوں میں سے کسی کو بھی ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا۔

نبی علیہ السلام کی ایک دوسری طویل حدیث کا یہ جملہ ”من ابتغی الہدیٰ فی غیرہ اضلہ اللہ“ کس قدر لرزہ خیز اور روٹکھٹے کھڑا کرنے والا ہے ہر مسجد میں صبح و شام فضائل اعمال کے سننے سنانے پر اصرار کرنے والے اور بالخصوص قرآن و حدیث کے مجالس کو موقوف کرنے کی قیمت پر اس کو رائج کرنے والے خوب سونچ لیں کہ وہ امت کو کہاں لے جا رہے ہیں فضائل اعمال کو ترویج

دینے والے پورے دین کے سرچشمے اور بیج پر حملہ آور ہیں اور اس کے خلاف ایک بہت نادر و متوازی محاذ کھولنے کے مجرم ہیں ہماری حکومتیں اور روشن خیال طبقے اپنے انداز سے کفر کی پشتیبانی کرتے ہیں اور اسلام کے یہ احق دوست ان سے بڑھ کر ایک اور خطرناک انداز سے کفر کی آبیاری کر رہے ہیں۔

مروجہ طریقہ تبلیغ کے تقدس کو مزید مستحکم کرنے کیلئے

تشریحی اختیارات کا بے محابا استعمال

ظاہر ہے کہ تبلیغ کا مروجہ طریقہ خیر القرون میں تو نہیں تھا۔ دور نبوت میں مسجد نبوی میں تمام تر تشکیلات جہاد معنوی قتال کے لئے ہوا کرتی تھیں یا کفار و مشرکین کو دعوت اسلام یا اسلام قبول کرنے والوں کو تعلیمات اسلام سے روشناس کرنے کے لئے۔ آج تک ایسی کوئی حدیث و اثر میری نظروں سے تو نہیں تیری جس میں یہ بیان ہوا ہو کہ نبی علیہ السلام نے از خود یا دور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا دور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں کسی نے ایسی منظم جماعت تہذیب کے لئے روانہ کی۔ جیسے آج کل اہتمام کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ دعوت و تبلیغ اسلام کا بہت بڑا عمل ہے اس کے بغیر دین کی توسیع کس طرح ہوگی لیکن وعظ و تذکیر جس کا نام آج کل تبلیغ پڑ گیا ہے امت کے علماء اور صالحین نے ہمیشہ اس عمل کو اپنے آس پاس میں جاری رکھا ہے اور آج بھی اس پر کاربند ہیں لیکن اس کو ایک اجتماعی عمل ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا اس سلسلے میں مختلف افراد کے مختلف رویے ہوتے ہیں اور جو بھی صورت حال خارج میں متحقق ہو اسی کے مطابق موثر ترین صورت اختیار کی جاتی ہے اس کو ہر جگہ ایک لگے بندھے

انداز سے چلانا ممکن نہیں یعنی موثر نہیں تاہم اگر کچھ لوگ ایک اجتماعی اور گروہی شکل میں یہ عمل کرنا چاہتے ہیں تو اس کو بدعت للذین کے ذمرے میں شمار کر کے اباحت کے درجے میں رکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس سے کسی منصوص عقیدے یا عمل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تبلیغ کے مروجہ طریقہ کار کے بارے میں اولاً اہل علم کا یہی نقطہ نظر تھا کہ جیسے کہ تعلیم و تزک کے لئے کچھ مخصوص انتظامات بشکل مدرسہ و خانقاہ ہونے لگے تو اسے برداشت کیا گیا کہ چلوئے زمانے میں نئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تھوڑی بہت تبدیلیاں کرنے کی گنجائش ہے اسی طرح اگر تبلیغ (تذکیر) کے لئے بھی اجتماعی طور پر نکلنا کچھ فوائد رکھتا ہے تو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اب یہ بدلا ہوا طریقہ اگر ابتدائی بے ضرر انداز میں چلتا تو اعتراض کی کوئی ضرورت نہ ہوتی لیکن افسوس کہ اس سلسلے کے بزرگوں نے اس کو اس حالت پر پہنچنے نہیں دیا بلکہ دعوت و تذکیر کو اسی میں منحصر سمجھنے بلکہ پورے دین کو اسی میں بند ہونے کا تاثر دینا شروع کر دیا اور وقت کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اس کا تقدس مستحکم کرنے کے لئے مستقل تشریع کا عمل جاری رکھا جس سے اہل علم کی نگاہ میں اس طور طریقے کی قباحت اور شاعت دو بالا ہونے لگی اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ہماری مسجد میں ہر بدھ کو ان کا گشت اور پھر مغرب کے بعد ان کا بیان ہوتا ہے یہ بیان بارش، سردی گرمی کسی بھی عارض کی وجہ سے کسی طرح بھی اور کبھی بھی چھوٹنے نہیں پاتا کوئی بھی نہ ہو تو ایک ساتھی دوسرے ساتھی کو کسی نہ کسی طرح تھوڑا بہت کچھ سنا کر اس کا پورا پورا اہتمام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جوں ہی

امام سلام پھیرتا ہے ایک ساتھی بڑے جوش و خروش سے اعلان کرتا ہے دوستو! جس عمل سے پورے عالم میں دین پھیلا ہے اس کے بارے میں بات ہوگی آپ سب حضرات تشریف رکھیں بڑا ثواب ہوگا کبھی اعلان یوں ہوتا ہے جو دین نبی علیہ السلام لے کر آئے یہ پورا پورا دین میرے اندر اور پوری دنیا کے سب انسانوں کے اندر کس طرح آجائے اسی پر ابھی بات ہوگی سارے حضرات تشریف رکھیں میں نے بعض تبلیغی ساتھیوں سے کہا کہ تبلیغی دوست ہر شام کو جھوٹ بولتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ پورا پورا دین میرے اندر اور تمام انسانیت کے اندر کس طرح آجائے حالانکہ ان کے پاس سارے دین کا نقشہ ہے ہی نہیں ان کا تو بنیادی منشور ہی فضائل کی تعلیم اور ترغیب ہے کیا دین صرف فضائل کا نام ہے اور جب بعض کچھ زیادہ گرم جوش دوست یہ جملہ ادا کرتے ہیں کہ وہ طریقہ جس سے پورے عالم میں دین پھیلا ہے تو اس کا لب و لہجہ خاص مدعیانہ اور چہرے مہرے کی ہیئت واضح طور پر بتاتی ہے کہ وہ اس طریقے کے علاوہ دین کے تمام طریقوں پر ایک قسم کا طغ کر رہے ہیں کہ گویا وہ سب وقت ضائع کرنے والی باتیں ہیں مغرب کی نماز کے بعد ابھی سنن ہی ختم نہیں ہوتے کہ ان کا ایک ساتھی محراب کے قریب آکر بولنے لگتا ہے نمازیوں سے بچ بچ کر قریب آجاؤ اس سے نہ صرف یہ کہ دور کھٹ سنت سے زائد اوائین وغیرہ پڑھنے والوں کا دل اور ذہن مشوش ہو جاتا ہے بلکہ سنت پڑھنے والوں کی یکسوئی بھی درہم برہم ہو جاتی ہے ان کی کافی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بیان کے سوا سارے اعمال موقوف کر دیئے جائیں اور اگر اس وقت یا بعد النجر جب وہ روزانہ بیان کرنے لگ جاتے ہیں کوئی کسی

دوسرے عمل تلاوت قرآن ذکر و فکر وغیرہ میں مشغول ہوتا ہے تو اُسے بہت زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور اُسے کہا جاتا ہے کہ شیطان نے تم کو اس عمل میں مشغول کر دیا یہ انفرادی عمل ہے اور ہمارا بیان اور مشورہ اجتماعی عمل ہے اور اجتماعی عمل کے دوران انفرادی عمل میں مشغول ہونا شیطانی عمل ہے میں تو ابھی تک یہی سمجھا ہوں کہ دین میں اجتماعی اعمال دو ہی ہیں۔

ایک جمعہ و نماز باجماعت اور ایک جہاد حج میں اگر جمیعت نظر آتی ہے تو وہ اس لئے کہ اس کا زمان و مکان ایک ہے اس لئے اجتماعی بن گیا ہے ورنہ فی نفسہ وہ اجتماعی عمل نہیں ہے گو اس معنی میں جہاد بھی اجتماعی عمل کے زمرے سے نکل جائے گا کیونکہ وہاں بھی دشمن کے مقابلے میں عام طور پر جماعت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی آدمی اکیلے بھی جہاد کرے تو جہاد ہی کہلائے گا۔

غالباً تبلیغی دوست اپنے ہر جلوس اور نشست کو نبی علیہ السلام کی ان نشستوں پر قیاس کرتے ہیں جس میں حضور ﷺ جہاد کے سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مشاورت فرماتے تھے منافقین ایسی مجالس میں بیٹھ جاتے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ آنکھ بچا کر نکل جانے کی کوشش کیا کرتے تھے اس پر آیات نازل ہوئیں:

﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذٍ﴾۔ (سورۃ النساء/ آیت ۶۳)

اور اصل تبلیغی دوست ہر جگہ یہی تحریفی عمل دہراتے ہیں یعنی جہاد سے متعلقہ آیات و احادیث کو بے دھڑک اپنے طریقہ تبلیغ پر فٹ کرتے ہیں۔ میں نے مولانا محمد زکریا صاحب کے ہم عصر کسی عالم کی ایک تحریر دیکھی جو ابھی کافی



تلاش کے باوجود مل سکی۔ اس میں لکھا تھا کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ کی فضیلت کے سلسلے میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں مگر ان کے یہ حدیث بھی ہے کہ سب سے پہلے جانے والے کو اتنا ثواب ملے گا جیسے بدنہ کی قربانی کا اور پھر دوسرے اور تیسرے کو اتنا ثواب ملے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں وہ جمعہ کی نماز کیلئے سب سے پہلے پہنچنے کی کوشش فرماتے لیکن تبلیغی دوست شب جمعہ کو جمع ہو کر تبلیغی بیانات کرتے ہیں اور پھر جمعہ کے روز علی الصباح جماعتوں کی تشکیل کر کے شہر سے باہر مختلف دیہاتوں میں روانہ کر دیتے ہیں اور دیہاتوں میں تو جمعہ کی ادائیگی کے شرائط پائے نہیں جاتے چنانچہ وہاں نماز جمعہ نہیں ہوتا اس طرح سے وہ سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو جمعہ کی فضیلت حاصل کرنے سے محروم کر دیتے ہیں لیکن اس موقع پر اور تو اور میں خود بھی ابھی تک حضرت عبداللہ بن رواحہ کا وہ واقعہ پیش کرتا تھا جس میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ کو ایک سریے یا لشکر کا امیر بنا کر جمعہ کے روز صبح سویرے روانہ ہونے کا حکم فرمایا تھا لیکن جمعہ کے بعد ان کو دیکھا تو پوچھا کہ میں نے آپ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا آپ کیوں یہیں موجود ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور میرا جی چاہا کہ آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا شرف و ثواب حاصل کر لوں اور میرے پاس معقول انتظام ہے جلد ہی لشکر کے ساتھ جا کر مل جاؤں گا اس پر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ اجر میں اتنے اتنے سال ان سے پیچھے رہ گئے اس واقع کے بیان کرنے کا مدعا یہ ہوتا تھا کہ جب نبی علیہ السلام

بعد میں یاد آیا کہ یہ تحریر مولانا عبدالسلام صاحب نوشہروی کی کتاب ”مطبوعہ شاہراہ تبلیغ“ تھی۔

کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا اجر بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ کے لشکر سے پیچھے رہ جانے کی وجہ جواز نہیں بن سکتا ہے تو اور کسی کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے ساتھیوں کی جماعت سے پیچھے رہ جانے کا کیا جواز ہوگا اب اس عالم نے لکھا تھا کہ یہ کیا غلط قیاس ہے عبداللہ بن رواحہ کو نبی علیہ السلام نے کسی دعوتی جماعت کا امیر نہیں بلکہ جہادیوں کا امیر بنایا تھا چنانچہ یہ فضیلت کہ جس کے لئے جمعہ کو ترک کیا جاسکے جہادی جماعت کی روانگی سے تعلق رکھتا ہے موجودہ دعوتی جماعتوں کے ساتھ اس کا متعلق کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

بات بڑی معقول ہے جہاد کا موقعہ محل بہت تنگ اور سرعت کا متقاضی ہوتا ہے اس میں معمولی سستی اور تاخیر بعض دفعہ بہت نقصان دشمنان کا سبب بنتا ہے آج کی تذکیری مہمات کو اس پر قیاس کرنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا لیکن تبلیغی دوستوں کو یہ نکتہ سمجھانا کوئی آسان کام نہیں ہے ہر صبح کی نماز کے بعد مسجد کے مرکزی حصے میں تقریر کرنا اور دوسروں کے اوراد و تلاوت میں غل بنانا نہ صرف ان کا حق نہیں ہے بلکہ دوسروں کی حق تلفی اور بلا وجہ ان کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح نماز کے بعد ذکر و فکر، تلاوت اور اوراد و وظائف میں مشغولی خیر القرون سے ماثور و متوارث ہے اور ہر صبح باقاعدہ تذکیر نہ صرف یہ کہ متوارث نہیں بلکہ منع ہے۔

یہ دونوں باتیں محض دعوے نہیں ہیں بلکہ اس معنی میں صریح احادیث منقول ہیں مولانا زکریا صاحب کی تصنیف کردہ کتاب فضائل اعمال کے باب فضائل ذکر میں ایک حدیث بایں الفاظ مندرج ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت

سے پڑھے پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے آفتاب نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد غروب تک ایک ایسی جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے انہیں وجوہوں سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے مدونہ میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہے اور حنفیہ میں سے درمختار نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی بیت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔

”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک

ولہ الحمد یحییٰ ویُمیت وهو علی کل شیء قَدیر“

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات و صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا و آخرت کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی ذات پاک کے لیے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں ہوس برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس درجے بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔

ان حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان متبرک اوقات میں ذکر و دعا میں مشغول رہنا چاہئے لیکن ہمارے تبلیغی دوست صبح کے وقت میں روزانہ کسی نہ کسی اُمی کا بیان سننے پر اصرار کرتے ہیں نہ صرف خود ذکر و دعا میں مشغول نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ذکر و دعا اور تلاوت نہیں کرنے دیتے اور بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ اجتماعی عمل کے دوران انفرادی عمل میں مشغول ہونا شیطانی کام ہے اپنی روزانہ کی تقریر کو اجتماعی کام کہنا اور دوسروں کے اوراد اور اذکار کو انفرادی کہنا معلوم نہیں ان کو کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ وہ بھی تو دین ہی کی بات کرتے ہیں وہ بھی ذکر ہی تو ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تقریروں کا خلاصہ تہذیبی یعنی مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرنا ہے سو اس بارے میں واضح طور پر ہدایت موجود ہے کہ یہ کام گاہے گاہے ہونا چاہئے روزانہ ہرگز نہیں بلکہ یہ تبلیغی دوست تو روزانہ پر بھی اکتفا نہیں کرتے روزانہ کئی کئی دفعہ مسجدوں میں یہ تقریریں پابندی سے کی جاتی ہیں اور اگر کوئی ان اوقات میں مسجد کے اندر کوئی دوسرا نیک کام کرے تو نہ صرف اُس پر ناراض ہوتے ہیں بلکہ بس چلے تو اُس کو سختی سے منع کرتے ہیں اور غالباً اسی کو جہاد سمجھتے ہیں۔ روزانہ تہذیبی کیر سے ممانعت کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ سناتے۔ آگے بخاری شریف کے الفاظ یوں ہیں:

”فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوْ دِدْتُ اَنْكَ ذَكَرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ،

لَقَالَ اِمَّا اِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ اَللّٰهُ اِنْ اَكْرَهَ اَنْ اَمْلِكُمْ وَاِنِىْ اَتَخَوَلَكُمْ  
بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يَتَخَوَلُنَا بِهَا مِنْ خِلَافَةِ السَّامَةِ عَلَيْنَا“  
یعنی ایک شخص نے آپ سے کہا اے ابو عبد الرحمن! میری آرزو ہے  
کہ آپ ہر روز ہم کو وعظ سنایا کریں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا: (یہ کچھ مشکل نہیں) مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا کہ تم کو اکتا دیتا مجھے  
اچھا معلوم نہیں ہوتا اور میں موقع اور وقت دیکھ کر تم کو نصیحت کرتا ہوں جیسے  
آنحضرت ﷺ ہمارا موقع اور وقت دیکھ کر ہمیں نصیحت فرماتے ہیں آپ کو یہی  
ڈر رہا کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کا مقام تقویٰ و فقاہت خود صحابہ میں بھی بہت  
بلند ہے جب وہ بھی نبی کریم ﷺ کے غزوہ غل کی وجہ سے روزانہ کی تذکیر سے  
اجتناب کرتے ہیں تو دوسروں (اور وہ بھی علم سے کورے) کو کیا حق پہنچتا ہے کہ  
وہ روزانہ کے اکثر نمازوں کے بعد جبکہ عام طور پر ان اوقات میں بہت سے  
لوگ ذکر و تلاوت کا تصور ہی متخلل کرتے ہیں تقریر و بیان شروع کبر کے ان کی  
حداوت میں متخلل ہوتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں جہاں کہیں فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال ہے تبلیغی  
دوست اس سے مراد اپنا ہی مروجہ طریقہ تبلیغ لیتے ہیں اور یہیں سے ان کے یہ  
متحکم خیر جملے بھی برآمد ہوئے ہیں کہ اس راستے کی ایک نماز کا ثواب انچاس  
کروڑ نمازوں کے برابر ہے اور اس راستے میں ایک روپیہ خرچ کرنا سات لاکھ  
روپوں کے برابر ہے۔

میں اپنی مسجد میں موسم گرما میں عام طور پر نماز فجر کے بعد کئی تبلیغی  
دوستوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ نماز باجماعت میں شرکت کرنے سے رہ جاتے ہیں  
لیکن بعد میں اپنے تبلیغی حلقہ میں شرکت کرنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں یہ فقط اس  
لیے کہ یہ مخصوص اوقات کے حلقہ جات اُن کے مروجہ تبلیغی طریقہ کار کے اجزاء  
ہیں جن کو وہ بڑے ثواب کا کام سمجھتے ہیں اب یہ عمل فی نفعہ تو اتنا نہیں لیکن اُن  
کا یہ اہتمام بالخصوص جبکہ ایسے ہی ذکر و فکر یا وعظ و نصیحت حتیٰ کہ درس قرآن  
و حدیث کے دوسرے مجالس سے بے اعتنائی بلکہ قصد اِعراض ہو، ایک اور حقیقت  
کی غماز ہے اور وہ یہ کہ ان کے ہاں اپنے مخصوص حلقوں میں شرکت ثواب ہے اور  
دوسرے حلقہ جات میں شرکت نہ صرف ثواب نہیں بلکہ شاید کسی قدر بے احتیاطی  
اور گناہ پر مشتمل ہے کیا یہ واضح تشریح نہیں ہے اور اسی تشریح نے ان کے تبلیغی عمل کو  
منصوص اور متواتر اعمال کے عین متوازی ایک اور دین نہیں بنایا ہے۔

ہمارے ہاں کے ایک کچے تبلیغی دوست جو اپنے ذاتی اخلاق اور کردار  
میں دوسرے دوستوں سے اچھے خاصے ممتاز لگتے ہیں وہ مسلسل دو تین سال تک  
شعبان و رمضان کے ہمارے حلقہ تفسیر میں شرکت کرتے رہے اس بارے میں کئی  
دفعہ بعض ساتھیوں سے سنا کہ دوسرے تبلیغی دوست اُس کے بارے میں کہتے ہیں  
کہ یہ ہمارے اصول تبلیغ کے خلاف ہے اس کو جماعت سے نکالیں گے۔

ایک موقع پر میرے والد صاحب محترم سخت بیمار تھے میرا دوسرا بھائی  
چونکہ اُن کی آخری اولاد تھا اس لیے ان کے ساتھ خصوصی محبت تھی وہ تبلیغی چلنے پر  
گئے تھے والد مرحوم بیماری کے دوران اُس کو بار بار یا فرماتے تھے میں نے بنوں  
کے ایک پروفیسر صاحب جو اُس زمانے میں رائے وٹڈ میں مقیم تھے اُن کو فون کیا کہ

چونکہ والد گرامی اپنے بیٹے کو بہت یاد کرتے ہیں لہذا ان کو مطلع کریں کہ وہ فوری طور پر واپس آجائے چلے میں پھرنے سے زیادہ اپنے والد کے آخری ایام حیات میں ان کی خدمت کرتا اس سے کہیں بڑھ کر موجب ثواب ہے لیکن میرا بھائی واپس نہیں آیا بعد میں معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب نے رائے وٹڈ کے اکابر کے سامنے بات رکھی انہوں نے فرمایا کہ اسے اطلاع نہ دی جائے تاکہ اس کا چلہ ادھورا نہ رہ جائے۔

ابھی چند دن پہلے کسی نے بتلایا کہ ایک تبلیغی دوست کی بیوی مر گئی تھی لیکن اس کو اطلاع نہیں دی گئی اہل علم خود غور کریں کہ یہ سب کچھ اس مردوجہ طریقہ تبلیغ کا تقدس ثابت کرنے اور ایک ایسے شرعی عمل کے طور پر منوانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے ساتھ دین کے بہت بڑے بڑے دوسرے اعمال کے مقابلے میں ایسے ایسے ثواب وابستہ کئے جا رہے ہیں جس پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

ہمارے محلے میں ایک افغانی دوست رہتے ہیں وہ خود اور ان کے دو عالم قاضی بیٹے تبلیغ سے وابستہ ہیں ایک دن یہ افغانی دوست دو اور آدمیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا میں ایک دوسرے مولوی صاحب کے ساتھ مسجد سے ملحقہ چمن میں بیٹھا ہوا تھا وہ سیدھا میرے پاس آگیا اور کہا کہ اوپر کے کمرے کی چابی دیدیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو مؤذن کے پاس ہے چابی لے کر وہ اپنے دونوں ہمراہوں کے ساتھ اوپر کے کمرے میں بیٹھ گیا۔ ☆

☆ (مجھے معلوم نہیں یہ کمرہ کیوں تبلیغیوں کے نام الاٹ ہو گیا ہے ویسے ہماری مسجد کے نمازیوں میں یہ کمرہ تبلیغیوں کے نام سے مشہور ہے کبھی بھی ہم اپنے مہمانوں کو بھی اس میں سنا دیتے ہیں اور عام طور پر میرے ساتھ مسجد میں متیم تین چار طلباء وغیرہ جمعہ کے روز اس کے غسل خانوں میں کپڑے وغیرہ بھی دھو لیتے ہیں میں نے تبلیغیوں کی صبح کی مشاورت میں ایک تبلیغی سے اپنے کانوں سے یہ مشورہ دیتے ہوئے سنا کہ اس کمرے میں مسجد کے طلباء کا آنا جانا بند کر دو)

یہ افغانی دوست قیمتی پتھروں کا کاروبار کرتے ہیں میں نے سمجھا کہ شاید پتھروں کے تاجر کسی کاروباری لین دین کے سلسلے میں اس کے ساتھ آئے ہیں اور چونکہ ان افغانی دوست کے گھر میں مہمانوں کے بٹھانے کی جگہ نہیں ہے اس لیے اوپر کے کمرے میں گئے ہونگے عصر کے بعد مغرب کی اذان ہونے کے قریب دو لڑکے کھانا لیے اوپر کے کمرے میں جا رہے تھے میں نے ساقی سے پوچھا کہ یہ کھانا ان مہمانوں کے لیے لے جایا جا رہا ہے انہوں نے کہا نہیں وہ مہمان تو چلے گئے ہیں اصل بات یہ ہے کہ یہ افغانی دوست چلے پر گئے تھے وہاں بیمار ہو گئے تو جماعت والوں نے دو آدمی ساتھ ملا کر محلے کی مسجد میں بھیجا کہ بقیہ ایام اس مسجد میں گزارو میں بڑا حیران ہوا کہ ایک آدمی بیمار ہے اسی محلے میں اس کا گھر ہے اور اس کو گھر سے باہر مسجد میں ٹھہرایا جا رہا ہے یہ سب کچھ تشریح نہیں ہے تو کیا ہے کسی غیر منصوبہ عمل کے ساتھ اس طرح سے پابندیاں اور اجرو ثواب وابستہ کرنا کیا کسی امتی کو از خود اس کا اختیار ہے لیکن یہ سب کچھ مردوجہ طریقہ تبلیغ کی اہمیت جتانے کے لیے ہو رہا ہے ایک دن میں نے اپنی مسجد میں عصر کی نماز باجماعت پڑھا کر مقتدیوں کی طرف منہ پھرا ہی تھا کہ ایک ناشنا سا تبلیغی دوست کھڑے ہو گئے، ان دنوں پشاور حاجی کمپ میں حاجی صاحبان کی آمد و رفت شروع ہوئی تھی اور تبلیغی دوست ان کو عملی طور پر طریقہ حج بتلانے کے لیے سرگرم ہو گئے تھے اور حاجی کمپ سے حاجیوں کے مختلف ٹولیوں کو لے کر مختلف مسجدوں میں لے جایا کرتے تھے۔ ہماری مسجد میں بھی اس دن حاجی صاحبان کی ایک جماعت کئی دوسرے تبلیغی دوستوں کے ساتھ آئی تھی۔ الغرض تبلیغی دوست نے تقریر شروع کی

کہ یہ حاجی صاحبان عنقریب حرمین کی زیارت کے لیے روانہ ہونگے اور وہاں تبلیغ پڑھیں گے آپ سب بھی بیتِ ثواب اُن کے ساتھ تبلیغ پڑھیں اور پھر اونچی آواز سے دو، تین دفعہ تبلیغ پڑھا مجھے اُس کی اس حرکت پر سخت حیرت ہوئی کیونکہ جہراً تبلیغ پڑھنا اور اس کو کارِ ثواب سمجھنا حرم اور احرام کے ساتھ خاص ہے حرم اور احرام کے بغیر اجتماعی طور پر جہراً تبلیغ پڑھنے کو ثواب سمجھنا تو بدعت کے زمرے میں آتا ہے اس وقت خاموشی اختیار کی اور بعد میں کئی مفتیان کرام سے اسکے بارے میں استفسار کیا تو سب نے میری بات کی تائید کی پھر میں نے چند دن کے بعد مقامی تبلیغیوں کو بتلایا کہ یہ کام تو بدعت ہے کم سے کم ایسے کاموں سے پہلے علماء سے مشورہ کر لیا کریں لیکن انہوں نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور پھر آئندہ سال دوبارہ یہی عمل میری مسجد میں دہرایا اس کے بعد میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ اگر تیسری دفعہ میری مسجد میں یہ عمل کیا تو میں برسرِ موقع آپ لوگوں کی تردید کروں گا۔ اس کے بعد میری مسجد میں تو میں نے ان کا یہ عمل نہیں دیکھا معلوم نہیں دوسرے مساجد میں کرتے ہیں یا نہیں۔

گذشتہ سطور میں میں نے جن افغانی دوست کا ذکر کیا ہے اُن کے ایک صاحبزادے جو ابھی چند سال ہوئے رائے وٹہ ہی سے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور پھر تبلیغی طریقہ کے مطابق ایک سال بھی لگا چکے ہیں وہ ہمارے ہی قریب ایک مسجد میں امام ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد امامت چھوڑ دی میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ امامت کیوں چھوڑ دی انہوں نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ دعوت کا کام نہیں ہوتا ہے۔ خدا کے بندے ایک مسجد میں خدمت

دین کا بہترین موقع بتلا ہے اس میں درس قرآن، درس حدیث شروع کریں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی مسجد کی امامت خطابت اس مروجہ طریقہ تبلیغ میں گھومنے پھرنے سے بدرجہا بہتر اور کارِ ثواب ہے بشرطیکہ صحیح نیت کے ساتھ ہو۔ اہل علم اور مفتیان کرام سے اس سلسلہ میں مسئلے کی وضاحت مطلوب ہے۔

### غیر مشروع کو مشروع بلکہ فرض بنانے کی کارروائیاں

عام طور پر تبلیغی دوست ﴿كُنْتُمْ بِخَيْرِ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ کا حوالہ دیتے ہوئے ہر خاص و عام پر اُن کے طریقے کے مطابق دعوت و تبلیغ کو فرض قرار دیتے ہیں حالانکہ شریعت میں دعوت و تبلیغ جو وعظ و نصیحت ہے ادا کی جاسکتی ہے اس کے لیے ایک خاص درجے کی استعداد اور قرآن و حدیث کا ضروری علم لازمی اور ناگزیر ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم میں ایک حدیث بایں الفاظ نقل ہے۔

”عن عوف بن مالک الا شجعی قال قال رسول الله ﷺ

لا يقص الا امير او مأمور اور مختار۔“

یعنی وعظ و نصیحت یا امیر یا مأمور اور یا متکبر کرے گا۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ وعظ و نصیحت بھی ایک بہت بڑی ملی ذمہ داری ہے اس کا حق یا تو خود حکمران ادا کرے گا اور ظاہر ہے از روئے شریعت حکمران کا ضروری دینی علم سے بہرہ ور ہونا شرط ہے یا جو اُس کی طرف سے مامور ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا حکمران اس شخص کو مأمور بالوعظ بنائے گا جو ضروری علم

وین رکھتا ہو اور کم از کم دینی بدہیات اور مستلمات کو تو پائی پاس نہ کرتا ہو اور ان دو کے علاوہ جو تیسرا شخص وعظ و تقریر سے شغل کرتا ہے تو وہ کوئی حکمران ہی ہوگا جو علم شریعت نہ رکھتے ہوئے بھی وعظ و تقریر کی جرأت اور اس پر اقدام کرتا ہو اور ایک روایت میں منکر کی جگہ ریا کار کا لفظ استعمال ہے یعنی تیسرا شخص جو امیر و مامور کے سوا وعظ کا شوق پورا کرتا ہے تو وہ ریا کار ہی ہوگا۔

اس حدیث کو اہل علم سینکڑوں سال سے پڑھتے پڑھاتے رہے لیکن اس کے باوجود اس کے مفہوم اور مصداق کی طرف سے اغماض برتتے رہے اور دعوت و تبلیغ کے نام پر ہر کہہ و مہ کی تقریروں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے تھے اور حسن ظن کی بنا پر یہ تو جھگڑے کے بڑی آسانی سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے لیتے تھے کہ وہ تو لگے بندھے چھ نمبر ہی بیان کرتے ہیں جن کے مضمون میں کوئی خلاف شرع بات تو نہیں ہے لیکن قربان جاؤں نبی علیہ السلام کی تعلیمات اور احادیث کے کہ اس میں ایک ایسی بات بیان ہوئی تھی جس کی اصل حقیقت تک بہت سے اہل علم کی رسائی نہ ہو پائی تھی اور وہ حقیقت یہ تھی کہ گواہی میں تو کوئی شخص مخصوص الفاظ یا معانی کا پابند رہ سکتا ہے لیکن جب اس کی زبان کھل جائے اور پھر بولنے بولتے نامانوسی کا حجاب اتر جائے اور اسے اپنے آپ پر اعتماد پیدا ہو جائے تو وہ کسی بھی طرح ایک دائرے میں بند نہیں رہ سکتا بلکہ ہر موضوع پر گفتگو کرنے کا چسکا پیدا ہو جاتا ہے پھر عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ضروری علم نہ ہونے کی وجہ سے شرعی حدود کو بے کھنک کر اس کرتا جاتا ہے اور اس کو پرواہ تک نہیں ہوتی۔ یہی صورت حال آج دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے ان پُر جوش جہلاء کی ہے ایسے

ہی لوگ ﴿مَنْ تَخَيَّرَ أُمَّةً﴾ کی آیت سے اپنی تبلیغ کے لیے وجہ جواز نکالتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ تبلیغ اُمت کے ہر فرد پر لازم اور فرض ہے۔ اور اس کے لیے کسی استعداد اور علمی حیثیت کی ضرورت کے قائل نہیں ہیں۔

ایسے ہی ایک تبلیغی دوست کا ہمارے مدرسہ اہل العلوم کے سابق شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب مرحوم سے سابقہ ہوا اور پھر باتوں باتوں میں کہا کہ امریکہ میں جو بھی شخص بے ایمان مرتا ہے اس کے بارے میں ہم سے پوچھا جائیگا چونکہ شیخ مرحوم کو اس بات کا پس منظر معلوم تھا تو انہوں نے اپنے مخصوص تکیہ کلام کے ساتھ فوری طور پر جواب دیا کہ جہاں اور تجھ سے پوچھا جائیگا مجھ سے نہیں پوچھا جائیگا۔

تبلیغی دوست کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دعوت و تبلیغ ما و ثما سب کا فریضہ ہے اور شیخ مرحوم کا مطلب یہ تھا کہ ہر کسی کو نہ یہ صلاحیت اور رسائی ہے اور نہ اس کا پابند اور مکلف ہے خود شریعت کے مطابق زندگی گزارنا اور اس پاس میں اپنے حسب علم و توفیق شریعت کی اشاعت و ترویج میں کوشاں رہنا کافی ہے۔

جو وعظ و نصیحت کے لیے ضروری علم و سلیقہ بھی نہ جانتے ہوں اُن سب پر دعوت و تبلیغ کو اور پھر اسی مخصوص طریقہ کار کے ساتھ فرض و لازم گردانا یہی وہ حجاب و عن الحد اور تعذی ہے جس کی شریعت کسی طور پر بھی اجازت نہیں دیتی۔

اہل علم کے نزدیک از روئے شریعت ایسے لوگوں کو دعوت و تبلیغ کی سرے سے اجازت ہی نہیں ہے چہ جائیکہ اُن پر اس کو فرض قرار دیا جائے یہی وہ غلو ہے جس نے اکابر کی اس تحریک کو کفر کا آلہ کار بنا کر اُمت کو اس حد تک تفریق

اور جماعتی عصیت پر پہنچا دیا ہے کہ اب بڑے جراتمندانہ اور جارحانہ انداز میں کہا جا رہا ہے کہ موجودہ طریقہ تبلیغ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو اس میں سوار ہوا چل گیا باقی ساری امت غرق ہے۔

نامشروع کو مشروع بلکہ لازم قرار دینے کے سلسلے میں تبلیغ نسواں بھی ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف تلافیات میں مختلف صلاحیتیں و ولایت فرمائی ہیں اور ہر ایک حقوق کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق وظائف دیئے ہیں۔ مرد اور عورت بھی اس ضابطے سے مستثنیٰ نہیں ہیں مرد کے لیے گھر سے باہر کے کام حائض ہیں اور عورت کے لیے اندر کے کام۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”المرءة عورة مستورة اذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان“  
یعنی عورت چھپنے چھپانے کی چیز ہے جو نبی یہ گھر سے نکلتی ہے شیطان اس کو تانے لگتا ہے افسوس ہے کہ ہم مسلمان نبی علیہ السلام کے ارشادات پر غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتے۔

یہ ارشاد کس قدر واضح اور صاف ہے اس میں بتلایا گیا ہے کہ عورت گھر کی چار دیواری میں رہنے کی چیز ہے اس کی فطری صلاحیتوں کے ظہور اور ترقی کے لیے میدان اس کا گھر ہی ہے اس کی اصل ذمہ داری شوہر کی خدمت اور بچوں کی نگہداشت و تربیت ہے عورت گھر کی ملکہ ہے چراغ محفل ہرگز نہیں ”وقسرن فی بیوتکُن“، اور اپنے گھروں میں ٹکئیں رہو“ کا خدائی فرمان کس قدر درور رس اور حکمت آمیز ہے آج کی انسانی دنیا کے اضطراب انگیز حالات دیکھ

اور سن کر اس کا صحیح اندازہ اور ادراک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ جو انسان کا خالق اور مالک ہے اور اس پر بے حد شفیق و مہربان ہے اور اسی شفقت و مہربانی ہی کی بدولت انسان کو نسائی نیت کے عواقب سے محفوظ کرنے کے لیے یہ حکم فرمایا ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں لیکن ہم ملت اسلامیہ قرآن و حدیث کی قدر و قیمت سے بے خبر مغربی تہذیب و ثقافت کی تھلید میں اندھے بنے بھٹکات بھاگے جا رہے ہیں اور اپنے اقدار و روایات سے انحراف کو روشن خیالی باور کرتے ہیں۔

اب مغربی سائنسی اور مادی ترقی سے مرعوبیت ہی کے زیر اثر یہ جملہ ہمارے ہاں بھی عام طور پر نشانی دیتا ہے کہ عورت ملکی آبادی کا نصف حصہ ہے اسکو گھر میں بٹھا کر جہاں اس پر ظلم ہو رہا ہے وہاں ملکی ترقی میں اس کے عدم کردار کی وجہ سے بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے ہمارے ہاں کے روشن خیال حکمرانوں نے اسی دلیل سے عورتوں کو گھر سے نکالنے کی مہم کی بھرپور سرپرستی کی حالانکہ اگر اس کے دینی اور روحانی نقصانات سے صرف نظر بھی کیا جائے تو بھی یہ دلیل بہت بودی اور کمزور ہے۔ کیونکہ پاکستان میں لاکھوں بلکہ کروڑوں نوجوان بے روزگار پھرتے ہیں عورتوں کو گھروں سے نکالنے کی بجائے ان نوجوانوں کو برسر روزگار کیا جاوے تاکہ ان بے روزگاروں کی منفی سرگرمیوں سے اہل وطن کو بچایا جاسکے اور ان کی توانائیوں کو ملکی ترقی میں استعمال کیا جاوے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک طرف تو بے روزگار نوجوانوں کو منفی سرگرمیوں کے لیے گھلا چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کو اس پر مجبور کیا جاوے اور دوسری طرف عورتوں کو گھروں سے نکال کر ملک کے تمام اداروں میں عریانی اور فحاشی کے دروازے کھولے جائیں اور

گھریلو زندگی کو دیران اور سنان کیا جائے۔

مغرب کے دانشور تو اب چیخنے چلاتے ہیں کہ عورت کے فتنے سے خلاصی کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اس کو شرعی قانون معاشرت کا پابند کیا جائے یعنی اسے پھر گھر کی چار دیواری میں بند کیا جائے لیکن ہم خاندانی نظام کی برکتوں سے غافل اس عظیم نعمت کو اپنے ہاتھوں ورہم برہم کرنے پر آمادہ بلکہ حریص ہیں۔ بات ذرا لمبی ہو گئی کہنا یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے محولہ بالا حدیث میں عورتوں کے گھر سے نکلنے کو اس پر شیطانی تسلط کو آسان بنانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ہمارے تبلیغی جماعت بھی روشن خیالوں ہی کی طرح عورتوں کو گھروں سے نکلنے کے درپے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر تبلیغ کو فرض نہیں کیا ہے تو تم خواہ مخواہ کیوں اس قدر خطرناک اقدام پر جرأت کرتے ہو۔ تبلیغیوں کا یہ کام بھی جملہ اُس کاموں میں سے ہے جن سے جیسے کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اس جماعت کو کفر نے ہائی جیک کر دیا ہے اور اب اس کو اسلام کی اشاعت و ترویج کے نام پر اسلام کی بنیادی باتوں کے خلاف بڑی کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے اور اب تو حکمرانوں ہی کی طرح اہل تبلیغ کی کفر نوازی بھی اس حد تک غریبان ہو گئی ہے کہ امریکوں کو اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کے خلاف جنگ و جہاد کو بالکل ناجائز اور گناہ باور کر رہے ہیں۔ پچھلے جمعہ کو میں نے ممبیر پر جہاد کے بارے میں بات کی اور اس سلسلے میں منکرین و مخالفین جہاد کا رد کیا۔ نماز جمعہ کے بعد ایک نوجوان میرے ساتھ ملا اور کہا کہ مولوی صاحب میں جلال آباد میں ایک پٹرول پمپ کا مالک ہوں

جلال آباد کے گذشتہ تبلیغی اجتماع میں میں نے سٹیج سے ایک تبلیغی بزرگ کو یہ کہتے سنا کہ امریکی ہمارے بھائی ہیں ان سے لڑنا گناہ ہے۔

بعض تبلیغی دوست اس کے جواب میں بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ کسی کی شخصی رائے ہوگی۔ اولاً تو یہی بات ہی ناممکن ہے کہ جماعت کی رائے کے خلاف یہ کسی کی شخصی رائے ہو اور پھر گھل کر لڑاؤ ڈسٹرکٹ سٹیج سے کہی جا رہی ہو۔

ثانیاً یہ محض معترض کا منہ بند کرنے کی کوشش ہے ورنہ اصل میں یہ پورے پاکستان کے تبلیغیوں کا سوچا سمجھا مؤقف ہے آئیے آپ کو اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتاؤں۔

مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے تبلیغیوں کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں ایک جگہ یہ عبارت موجود ہے۔

”گو جرنالہ کے ایک مولانا صاحب نے بتایا کہ رائے ونڈ میں ایک بڑے بزرگ سے گفتگو ہوئی کہنے لگا پٹھان تو بڑا بے غیرت ہو گیا ہے یہ تو بہت مہمان نواز تھا یہ افغانستان میں انگریزوں کو قتل کر رہا ہے اس کو چاہئے اس کو دعوت دے۔“

تبلیغیوں کے انحراف عن الحق اور گمراہی کی باتیں کہاں تک بیان کی جائیں۔

دامان نگہ تنگ و گلی حسن تو بسبار گلچین بہار تو ز دامن گلہ دارد  
نبی علیہ السلام کا طریقہ کار تو یہ تھا کہ جب مسلمانوں پر کوئی آفت آتی یا وہ کسی جنگ کا سامنا کرتے تو حضور علیہ السلام توت نازلہ کی صورت میں نماز ہی کے اندر ان کو دعائیں دیتے لیکن تبلیغی دوست مسلمانوں کے بہت بڑے بڑے



اجتماعات میں بھی مجاہدین اسلام کو دعا تو کیا ان کی تنقیص کرتے رہتے ہیں جلال آبادی کے اجتماع میں کسی نے بتلایا کہ دعا کے وقت ایک طرف سے آواز آئی کہ مجاہدین اسلام کی فتح کے لیے بھی دعا کرو تو سٹیج سے آواز آئی کہ فتنہ برپا نہ کرو۔

گذشتہ بدھ کو ایک ایم، اے اسلامیات اور بہت سلیجے ہوئے تبلیغی دوست مغرب کی فرض نماز کے بعد اعلان فرما رہے تھے کہ پوری دنیا میں اسلام کیسے پھیلے سنت کے مطابق اس عمل کی ترتیب کیا ہے اس پر بات ہوگی سب حضرات تشریف رکھیں۔

گویا تبلیغی دوست جس طریقے اور ترتیب سے کام کرتے ہیں یہی سنت ہے حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ مخصوص طریقہ نہ دور نبوت میں موجود تھا اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کے مطابق دعوت و تبلیغ کی ہے۔ اسی کو تشریح کہتے ہیں اور موجودہ تبلیغی جماعت اس کو بے دھڑک استعمال کرتی ہے۔

### مروجہ تبلیغی حضرات کی طرف سے علماء و مدارس کی تحقیر و استخفاف

یہ بات تو عام طور پر مشہور ہے کہ کوئی تبلیغی دوست کسی دینی مدرسے میں گیا، جیسے کہ معمول ہے دینی مدارس کے منتظمین مدارس میں دینی حوالے سے آنے والوں کو مدرسے کے مختلف شعبوں اور ان کی کارکردگی کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لئے اُسے کم وقت میں مدرسے کا سرسری معائنہ کراتے ہیں جس سے واردین کا اعتماد اور تعلق مزید بڑھ جاتا ہے چنانچہ اسی روایت کے مطابق تبلیغی دوست کو بھی مدرسے کا دورہ کرایا گیا آخر میں دوست نے بڑی مصہویت کے ساتھ پوچھا کہ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن یہ بتلاؤ کہ یہاں کوئی دین کا کام بھی ہوتا ہے؟

مجھے تحقیقی طور پر تو معلوم نہیں کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا ہے۔ اور حقیقت پیش آیا بھی ہے یا کسی نے تمثیلی رنگ میں موجودہ دور کے تبلیغی حضرات کی مزاحیہ کیفیت کی عکاسی کی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ علماء اور مدارس کی اہمیت کے چنداں قائل ہرگز نہیں میل ملاپ اور ملاقاتوں کے دوران کوئی ایک آدھ تعریفی جملہ کہنے کی بات الگ ہے لیکن فی الواقع ان کے کام اور دینی خدمات کی وقعت ان کے دلوں میں نہ ہونے کے برابر ہے یہ دعویٰ نرا دعویٰ بلا دلیل ہرگز نہیں دوستوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کو بے تکلفی پیدا ہو جانے کے بعد بہت جلد ہی اس کا احساس ہو جاتا ہے۔ عام طور پر رجب اور شعبان کی آمد سے پہلے پہلے تبلیغی دوست دینی مدارس میں پہنچ جاتے ہیں اس موقع پر وہ صراحتاً تو یہ نہیں کہتے کہ یہ تمہارا تعلیم و تعلم کا کام محض مغز ماری ہے لیکن ”لیکھا بالکسیہم“ کے انداز میں ہر کوئی سمجھ لیتا ہے کہ وہ مدارس کے پورے سال کے مصروفیات اور درس و تدریس کو ان کی مروجہ تبلیغی تک و دو کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں سمجھتے اس سلسلے میں زیادہ دراز نفسی سے بچنے کے لئے ایک تبلیغی دوست کے مراسلے اور مولانا محمد یوسف شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے جواب کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

سوال نمبر ۱۔ آپ ﷺ کے نے جو دین کی تعلیم دی تھی وہ مسجد نبوی کے ماحول میں یعنی مسجد کے اندر دی۔ اس تعلیم کے لئے آپ ﷺ نے کوئی الگ مدرسہ جیسے صورت اختیار نہیں کیا کوئی جگہ اس کے لئے مقرر نہیں کی تو پھر کیوں؟

۱۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کجراؤالہ میں حقیقتاً پیش آیا تھا آئندہ کی صفحات میں آپ بھی ملاحظہ کریں گے۔

آج ہمارے دینی اداروں میں مسجد تو بہت چھوٹی ہوتی ہے مگر مدارس کی عمارتیں بہت بڑی بڑی بنا دی جاتی ہیں اگر یہ چیز بہتر ہوتی تو آپ ﷺ اس چیز کو سب سے پہلے سوچتے حالانکہ مسجد کا ماحول بہت بہتر ماحول ہے وہاں انسان لائینے سے بھی بچ سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ آپ ﷺ نے اصحاب صفہ کو جو تعلیم دی بنیادی، وہ ایمانیات اور اخلاقیات کی دی ان کو ایمان سکھایا لیکن ہمارے دینی مدرسوں میں جو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل اس چیز سے ہٹ کر لگتی ہے اور برائے مہربانی میں اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اس بات کی وضاحت طلب کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے جو اصحاب صفہ کو تعلیم دی وہ کیا تھی؟

سوال نمبر ۳۔ ہمارے مدرسوں میں جو عالم حضرات فارغ ہو کر نکلتے ہیں ان کے اندر وہ کڑھن اور کفر دین کے مٹنے اور آپ ﷺ کے طریقے کے چھوٹنے کی

۱۔ یہ سوال وجواب کس زمانے میں ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں شاید اس وقت رائے دہنے کے مدرسے اور دوسرے مدرسوں کی تعلیم میں کوئی فرق نہ ہو لیکن اب تو تبلیغی اصاغر و اکابر کی جہاد سے نفرت اور بے زاری کا رویہ دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ فرق ضرور ہوگا۔ رائے دہنے میں جہاد سے متعلق آیات و احادیث کا ایسا ترجمہ و تفسیر بالکل ہی نہیں کیا جائے گا جس میں جہاد ایک زندہ حقیقت دکھائی دے اور آج بھی اس کے وجود اور افادیت پر گفتگو ہو۔ اگرچہ یہ میرا قیاس ہی ہے کیونکہ مجھے خود کبھی وہاں ان کے مدرسے کے دروس میں شرکت کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن کوئی جا کر دیکھے تو انشاء اللہ میرا یہ قیاس غلط نہیں ہوگا۔

۲۔ بائیان تبلیغ مثلاً مولانا الیاس، مولانا یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے بارے میں تو سنتے ہیں کہ واقعی ملت کیلئے اُنکے درمندی و یدنی تھی لیکن اب تو ہم اس کڑھن کا کوئی سراغ نہیں پاتے زیادہ باتیں اور ہر وقت باتیں کرنے کے ساتھ ہم نے عام بلکہ خاص دوستوں میں بھی کوئی غیر معمولی کڑھن نہیں دیکھی۔ ہاں آج سے کوئی تیس، چالیس سال پہلے کئی دوستوں کے چہروں پر نورانیت ضرور دیکھی تھی۔

نہیں ہوتی جو کفر اور کڑھن حضرت محمد ﷺ کی تھی یا حضرات صحابہؓ کی تھی اور وہ لوگوں سے اس عاجزی اور انکساری سے بات نہیں کرتے جس طرح ہمارے اکابر اور آپ یا اور جو دوسرے بزرگ موجود ہیں بات کرتے ہیں۔

معذرت کے ساتھ اگر اس خط میں ناچیز سے کوئی غلط بات لکھی گئی ہو تو اس پر مجھے معاف فرمائیں۔

جواب نمبر ۱۔ آنحضرتؐ نے ہمارے شیخ کے فضائل نامی کتاب کی بھی تعلیم نہیں دی پھر تو یہ بھی بدعت ہوئی کیا آپ نے کبھی اکابر تبلیغ سے بھی شکایت کی؟

جواب نمبر ۲۔ آپ کو کس جاہل نے بتایا کہ ہمارے دینی مدرسوں میں آنحضرتؐ والی تعلیم نہیں۔ کیا آپ نے کبھی مدرسہ کی تعلیم کو دیکھا اور سمجھا بھی ہے؟ یا یونہی سن کر بانگ دیا اور رائے دہنے میں جو مدرسہ ہے اس کی تعلیم دوسرے مدرسوں سے اور دوسرے مدرسوں کی رائے دہنے سے مختلف ہے۔

جواب نمبر ۳۔ یہ بھی آپ کو کس جاہل نے کہہ دیا کہ مدارس میں سے نکلنے والے علماء میں ”کڑھن“ اور دین کے لئے مرنے کی فکر نہیں ہوتی ۲۔ غالباً آپ نے یہ سمجھا ہے کہ دین

۱۔ یہ سوال وجواب کس زمانے میں ہوئے ہیں مجھے معلوم نہیں شاید اس وقت رائے دہنے کے مدرسے اور دوسرے مدرسوں کی تعلیم میں کوئی فرق نہ ہو لیکن اب تو تبلیغی اصاغر و اکابر کی جہاد سے نفرت اور بے زاری کا رویہ دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ فرق ضرور ہوگا۔ رائے دہنے میں جہاد سے متعلق آیات و احادیث کا ایسا ترجمہ و تفسیر بالکل ہی نہیں کیا جائے گا جس میں جہاد ایک زندہ حقیقت دکھائی دے اور آج بھی اس کے وجود اور افادیت پر گفتگو ہو۔ اگرچہ یہ میرا قیاس ہی ہے کیونکہ مجھے خود کبھی وہاں ان کے مدرسے کے دروس میں شرکت کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن کوئی جا کر دیکھے تو انشاء اللہ میرا یہ قیاس غلط نہیں ہوگا۔

۲۔ بائیان تبلیغ مثلاً مولانا الیاس، مولانا یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کے بارے میں تو سنتے ہیں کہ واقعی ملت کیلئے اُنکے درمندی و یدنی تھی لیکن اب تو ہم اس کڑھن کا کوئی سراغ نہیں پاتے زیادہ باتیں اور ہر وقت باتیں کرنے کے ساتھ ہم نے عام بلکہ خاص دوستوں میں بھی کوئی غیر معمولی کڑھن نہیں دیکھی۔ ہاں آج سے کوئی تیس، چالیس سال پہلے کئی دوستوں کے چہروں پر نورانیت ضرور دیکھی تھی۔

کی کہن بس اسی کا نام ہے جو تبلیغ والوں میں پائی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۳۔ آپ نے لکھا ہے کہ کوئی غلط بات لکھی ہو تو معاف کروں، میں نہیں سمجھا کہ آپ نے صحیح کوئی بات لکھی ہے۔

لوگ مجھ سے شکایت کرتے رہتے ہیں کہ تبلیغ والے علماء کے خلاف ذہن بناتے ہیں اور میں ہمیشہ تبلیغ والوں کا دفاع کرتا رہتا ہوں لیکن آپ کے خط سے مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ کچھ زیادہ غلط بھی نہیں سمجھتے۔ آپ جیسے عقل مند جنہیں دین کا فہم نصیب نہیں ان کا ذہن واقعی علماء کے خلاف بن رہا ہے یہ جاہل صرف تبلیغ میں ٹٹکتے کو دین کا کام اور دین کی فکر سمجھتے بیٹھے ہیں اور ان کے خیال میں دین کے باقی سب شعبے بے کار ہیں۔ یہ جہالت کفر کی سرحد کو پہنچتی ہے کہ دین کے تمام شعبوں کو لغو سمجھا جائے اور دینی مدارس کے وجود کو فضول قرار دیا جائے۔ مثلاً ایسی باتیں کہ علماء کا یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ تبلیغ میں نکل کر جن لوگوں کا یہ ذہن بننا ہو وہ گمراہ ہیں اور ان کے لئے تبلیغ ٹھکانا حرام ہے۔ میں اس خط کی کئی ٹیٹو شیٹ کا پی رائے وڈ مرکز کو بھیجا ہوں تاکہ ان کا براہ کو بھی اندازہ ہو کہ آپ جیسے فکرمند تبلیغ سے کیا حاصل کر رہے ہیں۔

بہت مناسب بلکہ مفید معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلے میں ایک دوسرا حوالہ بھی پیش کیا جائے۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم مدرسہ نصرت العلوم گجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں: ”عام حالات میں اس جماعت کا شیوہ یہ ہے کہ اس کے بہت سے افراد دینی مدارس کی خدمت کرتے ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ ان دینی مدارس کو چندہ دینا بھی حرام ہے۔ جب تک کہ کوئی اس جماعت میں حصہ نہ لیں اور مخفی طور پر علماء کی

اسلام آباد بھی کیا سادے ہیں یہ ذہن انکار رائے وڈ میں تو ہمارے پورا ان سے شکایت کہیں؟

میں کہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے متعلقین اور متاثرین الاما شاہ اندرون دینی مدارس کو کوئی چندہ نہیں دیتے۔

خدمت و تو حین کرتے رہتے ہیں اور ان کی کارگزاری کی تحقیر و مذمت کرتے رہتے ہیں اور ان کی کارگزاری کی تحقیر و مخالفت عمومی پروگرام رہتا ہے۔ قرآن کریم کے درس کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا درس سن کر کوئی آدمی نیک و صالح ہو سکتا اور نہ ہی اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اصلاح تو گشت کرنے اور جماعت کے ساتھ جاتے سے ہوتی ہے۔ ایک بڑی مسجد اور دینی ادارے کے بارے میں ایک بہت بڑے قسم کے مثالی تبلیغی جماعت کے رکن نے ایک دفعہ یہ کہا کہ یہاں سب کام ہو رہے ہیں لیکن دین کا کام نہیں ہو رہا احقر نے کہا کہ آپ نے صرف تبلیغ کا نام ہی سنا ہے اس کے علاوہ آپ کو کسی چیز کا علم نہیں در نہ ایسی بات نہ کہتے کم و بیش پچیس ہزار آدمیوں کو اس ماحول میں دینی تعلیم سے آراستہ کیا گیا ہے اور کم و بیش ایک لاکھ انسانوں کی دینی اصلاح ہوئی ہے ان کے عقائد درست ہوئے ہیں اور وہ کفر و شرک اور بدعت کو چھوڑ کر امور خیر کی طرف راغب ہوئے ہیں کیا یہ دین کا کام نہیں ہے؟ بڑے بڑے مالدار اور سرمایہ دار اور جاگیر دار لوگ جماعت میں شریک ہو کر اپنا تفوق جتلاتے رہتے ہیں جس کے پردے میں ان کی بری کارگزاری اور مظالم پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ دینی مدارس کے فارغین علماء کرام کو بھاڑے کے ٹٹو خیال کرتے ہیں بڑے بڑے آدمیوں کو ساتھ لے جا کر ان کا تعارف طلبہ، علماء اور کمزور دیندار طبقہ کے لوگوں کے سامنے اس طرح کراتے ہیں کہ یہ صاحب کار خانہ دار ہیں یہ بڑے صنعت کار ہیں یہ بڑے ڈاکٹر ہیں یہ بڑے فوجی کرنل ہیں یہ انجینئر ہیں یہ فلاں اور فلاں ہیں کسی مسجد کے امام نہیں یہ کوئی مولوی نہیں یہ کوئی مؤذن اور خادم نہیں وغیرہ وغیرہ اس طرح سے یہ غریب علماء کی تحقیر و تو حین ایک خاص طریقے سے لوگوں کے دلوں میں بٹھاتے رہتے ہیں حالانکہ یہ طریق قرآن کریم کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ اُمّ

مِنْ اسْتَعْنَى فَاَنْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ۝

آخری بات جس پر اس ناخوشگوار تحریر کو ختم کرتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک بہت صالح عالم دین گزرے ہیں پندرہ بیس سال پہلے اس کے بارے میں سنتا تھا کہ وہ اپنی مسجد میں تبلیغیوں کو ہرگز نہ آنے دیتا تھا اور ان کو امریکہ کا ایجنٹ سمجھتا تھا ہمیں ان کے اس رویہ پر بہت توجہ اور غصہ بھی آتا تھا لیکن آج اُس بزرگ کی اُن باتوں کو صحیح سمجھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں ایسے ہی مجھے ضلع بنوں میں دو اور علمی خانوادے بھی معلوم ہیں جو اپنی مساجد میں تبلیغیوں کو ہرگز آئے نہیں دیتے۔ آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ سب تبلیغی دوست کفر کے دانستہ ایجنٹ ہرگز نہیں ان میں بہت سے بھولے بھالے اور نیک طبع مسلمان ہیں جو جماعت کو وین کی طرف بلانے کا مفید پلیٹ فارم سمجھتے ہیں ممکن ہے ابھی تک انہوں نے جماعت کا جو ساتھ دیا ہے اللہ تعالیٰ اُن کی نیت پر اُن کو اجر و ثواب بھی عطا فرمائے لیکن اب اس کے بعد جبکہ مجموعی طور پر تبلیغی جماعت کی پوزیشن ان کی اپنی ہی سرگرمیوں کی روشنی میں طشت از بام ہو چکی ہے ان کا ساتھ دینے اور ان کی تکثیر جماعت کا سبب بننے پر کسی طرح بھی عند اللہ معذور محسوب نہیں ہونگے۔ واللہ اعلم

اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَارْزُقْنَا الْبَاطِلَ

بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ، آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿

رسالے کے اختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملت اسلامیہ کے دو انتہائی جلیل القدر علمائے کرام کی تحریریں پیش کردہ اول الذکر تحریر میں

﴿وَاللّٰكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ پر بات کی گئی ہے کہ اس سے ہر خاص و عام پر تبلیغ ضروری سمجھنا قطعاً غلط ہے اور ثانی الذکر تحریر میں تبلیغ النساء کے عدم جواز پر گفتگو کی گئی ہے۔

۱۔ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴿وَاللّٰكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ یعنی تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قوی زندگی اسلامی مواخات یہ سب چیزیں اُس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لئے قائم رہے اس کا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں مست یا بُرائی میں مبتلا دیکھے تو اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور بُرائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے ظاہر ہے کہ یہ کام وہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف کا علم رکھنے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقعہ شناس ہوں ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی تختل کر دے یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اس سے بھی زیادہ منکرات کے پیدا ہونے کا موجب ہو جائے یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقعہ پر نرمی برتنے لگے شاید اسی لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ (کلمۃ الہادی / ص ۳۲۳)

ماشاء اللہ مولانا کے یہ ارشادات پتھر پر لکیر ثابت ہو رہے ہیں اور

”قلند ہرچہ گوید ویدہ گوید“ کا صد فی صد مصداق قرار پائے ہیں آج کے تبلیغی حضرات اپنے نروجہ طریقہ کار (جس کی پشت پر کوئی نقل موجود نہیں) کے ایک ایک نچو کو فرض و واجب سے کم ہرگز نہیں جانتے یہی وجہ ہے کہ ان کو لاکھ متوجہ کریں وہ نمازوں کے اوقات میں بھی اپنی بیان بازی سے باز نہیں آتے حالانکہ انکے اس عمل سے نمازیوں کی نماز اور متواتر اعمال میں اچھا خاصا خلل واقع ہوتا ہے۔

دراصل تبلیغی دوست لوگوں کو دین و شریعت کی طرف نہیں بلکہ اپنی جماعت اور جماعتی اعمال و معمولات کی طرف بلاتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ ایک اچھے خاصے تبلیغی بزرگ سے پوچھا کہ کبھی اپنے کشتوں میں یہ بھی کہا ہے کہ ہماری مسجد میں درس قرآن یا درس حدیث ہوا کرتا ہے اس میں بھی شرکت کرو، تو وہ کسی قدر کھسپانے ہو کر بولا کہ ابھی تک تو نہیں لیکن اس کے بعد اس کی بھی دعوت دوں گا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی آج تک اس نے ایسی کوئی دعوت نہیں دی۔

اہل علم کو بخوبی اندازہ ہے کہ تبلیغی حضرات اپنے غیر ماثور اعمال و معمولات پر جس قدر جمود و اصرار سے کام لیتے اسی قدر یہ اعمال و معمولات اباحت کے دائرے سے نکل کر بدعات کے زمرے میں داخل ہو گئے۔

۲۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم کو جبرانوالہ رقم طراز ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کا کام مردوں پر لازم قرار دیا ہے نہ کہ عورتوں پر، عورتوں کو تبلیغ کا کام سونپنا عیسائی مشنریوں کی تقلید ہے اب ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں

نے بھی عورتوں کو تبلیغ پر بھیجا شروع کر دیا ہے مگر یہ غلط ہے عورتیں گھروں اور مدرسوں میں تعلیم و تربیت کا کام تو انجام دے سکتی ہیں مگر مردوں کی طرح جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لئے نکلنا غیر فطری عمل ہے۔ اس کے نتائج اچھے نہیں نکل سکتے بلکہ قباحتیں پیدا ہونے کا خطرہ ہے اگر یز نے تو اسی آڑ میں بے حیائی کے بڑے بڑے ریکارڈ قائم کئے ہیں آج مسلمانوں میں وہی چیزیں عود کر رہی ہیں جو کہ نہایت ہی شرم کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو ہر معاملے میں پیچھے رکھا ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے ہوتی ہے اگر عورتیں اگلی صف میں کھڑی ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی آج دنیا میں ہر جگہ عورتوں کو آگے لایا جا رہا ہے اسلامی ممالک میں بھی انہیں پارلیمنٹ کا ممبر، وزیر اور مشیر بنایا جاتا ہے حتیٰ کہ سربراہ مملکت بنانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ہے بخاری شریف میں نبی علیہ السلام کا واضح ارشاد موجود ہے۔

”لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْ اَمَرَهُمْ امْرَاَةٌ“

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے معاملات عورت کے سپرد

کئے اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی یا رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ یہ فریضہ ہمیشہ مردوں

کو سونپا جاتا رہا۔ (کلمۃ الہادی الی سواء السبیل / ص ۳۷۷)

مقام	بندگی	دیگر	مقام	عاشقی	دیگر
زینوری	سجدہ	میٹھاوی	زخاکی	بیش	ازاں
چناں	خود	راکھداری	کہ	بایں	بے
شہادت	بروجود	خود	زخون	دوستان	خواہی

